THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, August 01, 2012
(84th Session)
Volume VIII No. 04
(Nos. 01-06)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran………….....…….	1
2.	Leave of Absence…………………………………	2
3.	Further Discussion on the Motion Re: Law and Order Situation in Balochistan…………...……….	3-46
4.	Calling Attention Notice Re: Affectees of Mangla Dam Raising Project…….……………………..	47-51

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume VIII No. 04 **SP. VIII(04)/2012** 15

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, August 01, 2012

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at 15 minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ۔ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ
مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا
هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ: تو صور کے پھونکے جاتے ہی سب کے سب اپنی قبروں سے اپنے پروردگار کی طرف (تیز تیز) چلنے لگیں گے۔ کہیں گے ہائے ہائے! ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھا دیا۔ یہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے دیا تھا اور رسولوں نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ یہ نہیں ہے مگر ایک چیخ کہ یکایک سارے کے سارے ہمارے سامنے حاضر کر دیئے جائیں گے۔ پس آج کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا مگر صرف ان ہی کاموں کا جو تم کیا کرتے تھے۔

(سورۃ یسٰ آیات ۵۱-۵۴)

Leave of Absence

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم پہلے leave applications لے لیتے ہیں۔

جناب گل محمد لاٹ صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 جولائی تا اختتام حالیہ اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 27 اور 31 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد ظفر اللہ خان صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 27 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب حمزہ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 27 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھےاس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب طلحہ محمود صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 30 جولائی سے 2 اگست کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سحر کامران نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 30 جولائی سے 3 اگست کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے۔

(رخصت منظور کی گئی)

Further Discussion on the Motion Re: Law and Order Situation in Balochistan

Mr. Chairman: Now we take up Item No.2 discussion on the motion moved by Mr. Jahangir Bader, Leader of the House on 31st July, 2012 regarding "The House may discuss the prevailing law and order situation in Balochistan"

اس کے بارے میں جو نام دیئے گئے ہیں اس میں JUI سے بہت سارے احباب کے نام ہیں تو مولانا غفور حیدری صاحب آپ آغاز کرنا چاہیں گے۔ جی، مولانا عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء و المرسلین محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔ اما بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وعتصموابحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا۔ صدق اللہ العظیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے بلوچستان کے مسئلے پر گفتگو کرنے کی اجازت دی ہے۔ آج بلوچستان پر بحث کا آغاز ہونا تھا لیکن آپ ایوان میں خود ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ پارلیمنٹ کے اراکین کو بلوچستان سے کس قدر دلچسپی ہے اور کس قدر انہوں نے اپنی شرکت ممکن بنائی ہے لیکن اس کے باوجود میں چند حقائق اس ایوان کے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ بلوچستان کے ساتھ ان زیادتیوں کا آغاز کب سے ہوا ہے اور ایک ایسا تسلسل چل پڑا ہے کہ کبھی رکنے کا نام نہیں لیتا۔ یہ بات آپ کے علم میں ہو گی کہ جب پاکستان بن رہا تھا بلکہ پاکستان معرض وجود میں آچکا تھا تو اس وقت تک ریاست قلات، جو بلوچی ریاست کہلاتی ہے، پاکستان کا حصہ نہیں تھی۔ قیام پاکستان کے بعد ایک تحریری معاہدے کے تحت ریاست قلات پاکستان کا حصہ بنی اور یہ تحریری معاہدہ کچھ اس طرح تھا کہ ہم پاکستان میں شامل ہونا چاہتے ہیں مگر ہمارے ہاں جو قوانین ہیں، ہم نے یہاں شریعت کا جو سسٹم قائم کیا ہوا ہے اور ہمارے فیصلے یہاں شریعت کی رو سے ہوا کرتے ہیں، اس کو بحال رکھا جائے گا۔ اسی طرح یہاں بلوچستان کے جو رسوم و رواج ہیں، جو جرگے ہیں، ان کو بحال رکھا جائے گا۔ اسی طرح یہاں ریاست کی زمین کو قرق نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ ریاست کے والی کی ملکیت ہو گی۔ اس میں مداخلت نہیں ہو گی۔ علیٰ ہذا القیاس ایک بہت بڑا معاہدہ ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے بھی آپ کے سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس معاہدے کے تحت، بلوچستان پاکستان کا حصہ بنا لیکن ۱۹۵۸ء میں غالباً جب ناظم الدین صاحب برسر اقتدار تھے،

انہوں نے خان آف قلات کو بلایا اور ان کو کہا کہ آپ کے ساتھ جو معاہدہ ہوا ہے، اس میں بعض صورتیں ایسی ہیں جنہیں عملدرآمد کے لیے نہیں چھوڑا جا رہا۔ اب یہ سازش تھی اور شاید ناظم الدین یہ سوچ رہے تھے کہ اس طرح بلوچستان کے حالات خراب ہو جائیں گے اور اس کے نتیجے میں ایک مارشل لاآئے گا اور مجھے تحفظ ملے گا۔ جناب چیئرمین! خان آف قلات نے واپس آ کر اپنے قبائل کے سرداروں کی ایک میٹنگ بلائی۔ ابھی میٹنگ ہوئی نہیں تھی کہ اس سے پہلے قلات میں فوج کشی ہوئی۔ خان آف قلات کو گرفتار کر لیا گیا۔ خان آف قلات کی گرفتاری کے رد عمل میں نواب نوروز خان اور ان کے ساتھیوں نے پہاڑوں کا رخ کیا۔ اس حوالے سے نہیں کہ وہ پاکستان سے بغاوت کر رہے تھے، وہ اس حوالے سے کہ خان آف قلات گرفتار ہوا ہے اور اس فیملی کے افراد گرفتار ہوئے ہیں تو یہ ایک رد عمل اور احتجاج تھا۔ پھر دنیا نے یہ دیکھا کہ نواب نوروز خان اور ان کے ساتھیوں کو پہاڑوں سے اتارنے کے لیے ان کے درمیان قرآن کریم رکھا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ ہم قرآن کریم پر آپ سے معاہدہ کرتے ہیں کہ آپ کو بھی کوئی نقصان نہیں ہوگا اور خان آف قلات بھی رہا ہو جائیں گے۔ ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ خان آف قلات رہا ہو جائیں، باقی تو کوئی جھگڑا ہی نہیں ہے۔ چنانچہ خان آف قلات رہا ہوئے مگر نواب نوروز خان اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے سکھر جیل بھیج دیا گیا پھر ساٹھ کی دہائی میں ان کو پھانسی دے دی گئی اور یہیں سے بلوچستان کا ایک مسئلہ شروع ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عمداً کیا گیا۔ ایسی قوتیں تھیں جن کی شاید خواہش اور منشا یہی تھی۔ یہاں سے ایک رد عمل بلوچستان میں آیا کہ ہمارے لوگوں کو بلاوجہ پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بعد پھر آپ ہی کے دور میں، پیپلز پارٹی کے دور میں، غالباً ۱۹۷۴ء میں نیپ اور جمعیت کے اتحاد سے خیبر پختونخوا، جو صوبہ سرحد کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسی طرح بلوچستان میں جمعیت اور نیپ کی حکومت تھی، وفاق اور دو صوبوں میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ ہو سکتا ہے آپ اتفاق نہ کریں، ایوان مجھ سے اتفاق نہ کرے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ایک ڈرامہ رچایا گیا اور بلوچستان میں سردار عطاء اللہ مینگل کی حکومت تحلیل کر دی گئی۔ گورنر راج نافذ کیا گیا اور خیبر پختونخوا میں اس وقت سکندر خلیل صاحب تھے، انہیں ہٹایا گیا اور اس پر مولانا مفتی محمود نے استعفیٰ دے دیا جو ان دنوں صوبہ سرحد کے چیف منسٹر تھے اور بھٹو صاحب نے تقریباً ایک ماہ تک ان کا استعفیٰ منظور نہیں کیا اور یہ کہا کہ میں نے آپ کو تو کچھ نہیں کہا لیکن مفتی صاحب نے کہا کہ وہ چونکہ میرے اتحادی تھے، آپ نے ان کی حکومت ختم کی ہے تو اخلاقی طور پر جواز نہیں رہتا کہ میں مزید حکومت میں رہوں۔ جناب عالی! جب سردار عطاء اللہ مینگل کی حکومت ختم کر دی گئی تو ایک رد عمل سامنے آیا۔ مری

قبائل، مینگل قبائل، دیگر قبائل یا ان کی پارٹی کے لوگ پہاڑوں پر چلے گئے لیکن ان دنوں میں آپ کو کہیں کوئی ایسی بات نہیں ملے گی کہ کسی لیڈر نے یہ کہا ہو کہ ہم پاکستان کو نہیں مانتے۔ مار کھائی، ننگ و ناموس پامال ہوئے اور مری قبائل اور بہت سے قبائل پاکستان چھوڑ کر افغانستان چلے گئے لیکن کہیں سے بھی کبھی بھی کم از کم ایسی آواز بلند نہیں ہوئی کہ ہم علیحدگی چاہتے ہیں اور پاکستان نہیں چاہتے، ہم پاکستان کے باغی اور مخالف ہیں۔ نواب مری، ان کے قبیلے کے دس، بارہ ہزار لوگ اور باقی قبائل بھی کابل میں تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب Soviet Union پسپا ہوا اور افغانستان سے چلا گیا تو اس کے بعد برہان الدین ربانی کی حکومت آئی۔ برہان الدین ربانی نے پاکستان کو پیغام بھیجا کہ چونکہ ہمارا ماحول نواب مری کے مخالف ہے تو ایسا نہ ہو کہ ان کو کوئی نقصان پہنچے۔ اسی نواب مری اور اس کی family کو یہاں سے خصوصی جہاز بھیج کر واپس لایا گیا۔ اگر وہ غدار اور پاکستان کا دشمن تھا تو پاکستان نے یہ اقدام کیوں کیا کہ اس کو اور اس کی family کو لانے کے لیے خصوصی جہاز بھیجا؟ باقی قبائل بسوں کے ذریعے کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر حصوں میں پہنچے۔ سب خیر خیریت تھی، کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن جنرل پرویز مشرف صاحب جب برسرِاقتدار آئے اور کوئٹہ میں ایک جج قتل ہوا جس کی ہم نے بھی مذمت کی اور کہا کہ بڑا ظلم اور زیادتی ہوئی ہے کہ ایک نوجوان جج کو قتل کر دیا گیا ہے۔ وہ مری قبائل سے تعلق رکھتا تھا، اس قتل کے نتیجے میں پرویز مشرف سرکار نے نواب مری اور ان کے قبیلے کے ڈیڑھ سے دو سو لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ جب میں پرویز مشرف کے خلاف تحریک چلانے کے نتیجے میں جیل میں تھا تو وہاں مری قبیلے کے لوگ مجھے ملے اور انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب ہمارا کیا قصور ہے؟ ایک بندہ قتل ہوا ہے اور ہم ڈیڑھ، دو سو لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ ہمارے ناخن، داڑھیاں، مونچھیں نوچی گئیں اور ہمیں ایسی ایسی سزائیں دی گئیں کہ جن کا انسان تصور نہیں کر سکتا۔ یہ سب کچھ نواب مری اور اس کے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ہوا۔

جناب چیئرمین! نواب مری یا بلوچستان کے قبائل پر جو گزری اس کی وجہ سے ان کے ذہن میں تو نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ یہاں پاکستان میں بڑے بڑے لوگ، حکیم سعید، مفتی نظام الدین، مولانا اعظم طارق قتل ہوئے لیکن ایسے کسی واقعے کے بعد کبھی اتنے لوگ گرفتار نہیں کیے گئے جتنے لوگ ایک جج کے قتل کے نتیجے میں گرفتار کیے گئے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ بلوچستان کو کس طرف لے جایا جا رہا ہے۔ وہیں سے حالات خراب ہوئے۔ کبھی rocket fire کبھی target killings اور چلتے چلتے نواب اکبر بگٹی کے قتل کا اندوہناک واقعہ ہوا۔ جناب چیئرمین! حیرت کی بات ہے کہ نواب اکبر خان بگٹی

وفاقی وزیر رہے، ذوالفقار بھٹو صاحب کے دور میں گورنر رہے، 1988 میں بلوچستان کے وزیر اعلیٰ بھی رہے اور اسی، بچاسی سال کی عمر میں وہ پاکستان سے منحرف اور باغی ہوگئے۔ یہ الزام لگا کر ایک بچاسی سالہ بوڑھے کا تعاقب کر کے اس کو شہید کر دیا گیا۔ جناب چیئرمین! آپ بتائیں کہ ایک تسلسل سے یہ سارے اقدامات کیا بلوچستان کو پاکستان کے ساتھ رکھنے کے لیے کیے ہیں یا بلوچستان کو پاکستان سے الگ کرنے کے لیے یہ ساری کاروائیاں کی گئیں؟

نواب اکبر خان بگٹی کے قتل کے بعد جو رد عمل سامنے آیا، وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ پورے بلوچستان اور بالخصوص بلوچ علاقوں میں آگ لگ گئی۔ جنرل پرویز مشرف جو ایک dictator تھا، میں بھی مانتا ہوں، وہ ایک ظالم تھا، اس نے صرف نواب اکبر خان بگٹی اور بہت سے لوگوں کو ہی قتل نہیں کیا بلکہ اس نے لال مسجد کی معصوم بچیوں پر بھی گولیاں برسائیں۔ وہ dictator تھا، اس نے ووٹ کی سیاست نہیں کرنا تھی، اسے ملک کی سالمیت سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اس نے ڈنڈا چلانا تھا، یہ ہم مانتے ہیں لیکن پیپلز پارٹی کی حکومت جمہوری حکومت کہلاتی ہے اور ووٹ کی سیاست کرتی ہے، کیا اس کا منشور بھی یہی ہے؟ وہ پھر 74–1973 والی تاریخ کو دہرا رہی ہے اور وہی واقعات اور اقدامات جو ماضی میں ہوتے رہے، ان کا تسلسل برقرار رکھ رہی ہے۔ جناب چیئرمین! ایک سیاسی جماعت جو جمہوریت، آئین، ووٹ اور ملک کی سیاست کا دعویٰ کرتی ہے، اس کی حکومت میں اس قسم کے اقدامات سمجھ سے بالاتر ہیں۔ یا تو یہ حکومت بے بس ہے۔ میں کبھی کبھی یہ کہتا ہوں کہ ایک سیاسی جماعت کی حکومت اور نگرانی میں ایسے واقعات ہوں تو یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔ کیا یہ ایسی قوتیں ہیں جو روز اوّل سے بلوچستان کو تباہ و برباد کرنے اور علیحدگی کی طرف دھکیلنے اور بلوچستان میں مشرقی پاکستان جیسی صورت حال پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔ اگر وہ قوتیں سیاسی حکومت کے بس سے باہر ہیں تو پھر حکومت کو اس حوالے سے کھل کر اپنا موقف دینا چاہیے۔ یہاں پر ہاتھ جوڑے گئے، بلوچستان پیکیج کی بات کی گئی، بہت سی باتیں کی گئیں لیکن کیا ان اعلانات کے نتیجے میں کوئی سنجیدہ کوشش ہوئی؟ کیا ان لوگوں کو بلایا گیا؟ ان سے رابطہ کیا گیا اور ساتھ بیٹھ کر مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کی گئی؟ کم از کم میرے علم میں ایسی بات نہیں ہے کہ ایسی کوئی کوشش کی گئی ہو۔ یہاں پر meetings ہوتی ہیں، بلوچستان سے ان لوگوں کو بلایا جاتا ہے جو حکومت میں شامل ہیں۔ ایسے لوگ بلائے جاتے ہیں، جن کے بس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ لوگ جو اس وقت مزاحمت کر رہے ہیں، ان سے کسی کا رابطہ نہیں ہے، ان سے کسی کا واسطہ نہیں ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھ کر مسئلے کا حل نکالنے کی کوئی کوشش نہیں ہو رہی ہے۔ کم از کم ایسے

لوگوں سے یہ تو پوچھنا چاہیے کہ آئیے، بتائیے آپ نے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں کا راستہ اختیار کیا ہے، آخر مسئلہ کیا ہے؟ بیٹھ کر تبادلہ خیالات کریں، بحث کریں اور مسئلہ حل کرنے کے سلسلے میں کوئی پیش رفت کریں۔

جناب چیئرمین! یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بلوچستان میں بیرونی قوت ملوث ہے، ہو سکتا ہے۔ جب کسی ریاست کے حالات اس نہج پر پہنچتے ہیں تو اس ریاست کے دشمنوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ اس ریاست میں اس طرح کے لوگ اور حالات پیدا کریں اور اپنا بدلہ لیں۔ یہ ہو سکتا ہے لیکن دشمن تو دشمن ہے، وہ ایسا کرے گا لیکن ہم کیا کر رہے ہیں، ہمیں بھی سوچنا چاہیے؟ میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے مسائل سیاسی اور آئینی ہیں۔ اب بلوچستان میں نوجوانوں کا ایک طبقہ اس سوچ تک پہنچا ہے کہ ہمارے ساتھ اس قدر ظلم اور زیادتی ہو رہی ہے کہ ہماری حب الوطنی کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اگر ہم حقوق کی بات کرتے ہیں تو ہمیں باغی اور ملک دشمن کہا جاتا ہے۔ تو پھر ٹھیک ہے ملک دشمن اور باغی ہی سہی، پھر ہم آزادی کی بات کرتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے جب تک کوئی سنجیدہ کوشش نہیں ہو گی جب تک ان لوگوں سے رابطہ نہیں ہو گا جو لوگ مزاحمت اور مخالفت کر رہے ہیں، ان سے مل بیٹھ کر مسئلے کا حل سوچا نہیں جائے گا، اس وقت تک اس طرح کے اعلانات سے بلوچستان کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ میں اپنی تقریر مختصر کرتا ہوں، میں آپ کا تھوڑا سا مزید وقت لوں گا۔ جناب چیئرمین! اگر صرف package اور پیسوں سے مسئلہ حل ہوتا یا صرف ترقیاتی کاموں سے مسئلہ حل ہوتا تو افغانستان کا مسئلہ حل ہو چکا ہوتا۔ افغانستان کے روپے کی پہلے کیا قدر تھی، اب قدر کیا ہے، آپ کے روپے سے بھی ان کے روپے کی قدر بڑھ گئی ہے، کسی حد تک سڑکیں بھی بن گئی ہیں، بہت سارے ترقیاتی کام بھی ہو چکے ہوں گے لیکن America and NATO جیسی طاقتیں شکست کھا رہی ہیں، وہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ وہ آپ سے بھیک مانگ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمیں سلامتی کا راستہ دو۔ آپ نے بد قسمتی سے NATO supply کی بحالی کا بھی فیصلہ کر لیا ہے، اس معاہدے پر بھی دستخط ہو گئے ہیں، یہ ایک الگ issue ہے۔ پارلیمنٹ کی قرارداد کو by pass کیا گیا اور اس فیصلے کو پارلیمنٹ میں دوبارہ پیش نہ کرنا، میں سمجھتا ہوں، پارلیمنٹ کی توہین کی گئی ہے، ہم جسے کم از کم قبول نہیں کرتے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ اگر ترقیاتی کاموں سے مسائل حل ہوتے تو پھر افغانستان کا مسئلہ حل ہو جاتا، عراق کا مسئلہ حل ہو جاتا، قبائلی علاقوں میں بھی پیسے جا رہے ہیں، وہاں کے مسائل بھی حل ہوتے۔ سب سے بنیادی اور پہلی بات یہ ہے کہ وہاں

کے لوگوں کے اطمینان کے کوئی اسباب کئے جائیں۔ جب لوگ مطمئن ہو جائیں گے تو پھر ترقی بھی کام آئے گی، آپ کے packages بھی کام آئیں گے، آپ کی ساری اصلاحات بھی کام آئیں گی اور آپ کا vote bank بھی بڑھے گا۔

جناب چیئرمین! بلوچستان سے gas نکلتی ہے لیکن بلوچستان میں gas نہیں ہے، قلات بلوچی ریاست کا دارالخلافہ رہا ہے، آج سے پانچ، چھ سال پہلے بڑی مشکل سے قلات کو gas فراہم کی گئی لیکن اس رمضان میں قلات میں gas نہیں ہے، اس طرح کے مسائل ہیں۔ بلوچستان معدنی ذخائر سے مالا مال ہے، بلوچستان کے پاس گرم ساحل ہے، بلوچستان کے پاس گوادر جیسا ساحل ہے اور بلوچستان تمام قدرتی ذخائر اور وسائل سے مالامال ہے لیکن بلوچستان سب سے پسماندہ ہے۔ گوادر پورٹ بن چکی ہے لیکن ملکی اور غیر ملکی ایسی قوتیں ہیں جو گوادر پورٹ کو فعال نہیں ہونے دیتیں، اگر گوادر پورٹ فعال ہوتی ہے تو میں سمجھتا ہوں اس سے نہ صرف بلوچستان ترقی کرے گا بلکہ آپ کا پورا ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے، یہ بلوچستان کے مسائل ہیں۔ اس وقت جو صورت حال ہے، اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک ایسی حکمت عملی بنائی جائے جس کو بلوچستان کے مسئلے کے حل کے لیے کوئی پیش رفت سمجھا جائے۔ میں نے آپ کا زیادہ وقت لیا، اگر ہم نے بلوچستان کو نہ سنبھالا اور سنجیدہ کوشش نہ کی تو مشرقی پاکستان جیسا دل خراش واقعہ رونما ہو سکتا ہے۔ آج کوئٹہ آگ کے انگاروں پر ہے اور اسی طرح پورے صوبے میں آگ جل رہی ہے، مسخ شدہ لاشیں ہیں، اغوا برائے تاوان ہے۔ بد قسمتی یہ ہے کہ حکومت میں شریک ایسے لوگ جو اغوا برائے تاوان، اغوا نما گرفتاری اور۔۔۔۔

جناب عالی! میں نے پرسوں بھی گزارش کی تھی کہ وہاں پر جو ہندو رہ رہے ہیں، ان کے لوگوں کو بھی اغوا کیا جا رہا ہے، پچھلے دنوں دو، تین ہندوؤں کو قتل بھی کیا گیا۔ ہمیں ایسے حالات میں سر جوڑ کر کوشش کرنی چاہیے تاکہ بلوچستان میں جو آگ لگی ہے، اس پر پانی ڈالا جا سکے، اگر سنجیدہ کوشش نہ ہوئی، وہاں پر مشرقی پاکستان جیسی صورت حال پیدا کی گئی ہے، خدانخواستہ! ایسی صورت حال سے ملک کو دوچار ہونے پڑے۔ اسی لیے سنجیدہ کوششوں کی ضرورت ہے۔ جناب! آپ کا بہت، بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ محترمہ ثریا امیر الدین صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بلوچتان کے موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میرا صوبہ بلوچستان ہے، ہم نے بار، بار یہ کہا ہے اور

ہمارے بلوچستان کے جتنے Senators ہیں، وہ بھی بار، بار کہتے رہے ہیں کہ بلوچستان جل رہا ہے، تباہ ہو رہا ہے، برباد ہو رہا ہے۔ اب نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ گوادر میں پانی کی شدید کمی ہے۔ وہاں بلوچستان میں اغوا ہو رہے ہیں، بوری بند لاشیں مل رہی ہیں۔ ابھی جیسے مولانا عبدالغفور حیدری صاحب نے بتایا ہے کہ ہندوؤں کو اغوا کیا گیا۔ نہ صرف ہندوؤں کو اغوا کیا جا رہا ہے بلکہ بلوچستان میں تمام رہنے والے چاہے وہ غریب ہوں یا امیر ہوں، ان کو اغوا کیا جاتا ہے پھر demand کی جاتی ہے کہ پانچ، دس کروڑ دے دو۔ بلوچستان کے ایک عام شہری کے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ وہ پانچ، دس کروڑ دے جب وہ پیسے نہیں دیتا تو اس کی لاش سڑک کے کسی کنارے پر پڑی ہوتی ہے۔ آپ دیکھیں کہ ٹرینوں پر حملے ہوتے ہیں، بجلی کے کھمبوں کو اڑا دیا جاتا ہے، وہاں پر اس قدر برے حالات ہیں۔ اب بلوچستان میں پانی کی شدید قلت ہے، ہمارے عوام کے پاس کھانے کو نہیں ہے، ہمارے عوام بے روزگار ہیں۔ میں مانتی ہوں کہ ہماری حکومت بہت کچھ کر رہی ہے، ہمارے صدر زرداری بلوچستان گئے، زرداری صاحب خود بھی بلوچ ہیں، انہوں نے کہا کہ میں ماضی کی غلطیوں کی معافی مانگتا ہوں اور میں بلوچوں سے کہتا ہوں کہ جو کچھ ماضی میں ہو چکا ہے، اس کو ختم کریں، آئیں اور مل بیٹھیں، ہم بلوچستان کے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ ہمارے سابق وزیر اعظم یوسف گیلانی بار، بار کوئٹہ جاتے رہے، وہاں پر مختلف تنظیموں سے ملے، بلوچستان کے گورنر سے ملے، سب سے باتیں کیں اور ان سے کہا کہ جو بلوچستان کا مسئلہ ہے، آئیں مل بیٹھیں اور اس کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ اب ہمارے نئے وزیر اعظم آئے ہیں، وہ بھی بلوچستان گئے اور انہوں نے جب حلف اٹھایا تھا، انہوں نے اپنی پہلی تقریر میں کہا کہ بلوچستان کا مسئلہ میرا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ سابق وزیر اعظم نے بھی کہا تھا کہ میں یہ سال بلوچستان کے لیے وقف کرتا ہوں، ہم بلوچستان کو بہتر کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔ وہاں پر مختلف ترقیاتی funds دیے گئے، بے حساب پیسا دیا گیا، ہمارے بلوچ لڑکوں کو فوجی training دی گئی، اس سے پہلے یہ کبھی نہیں ہوا تھا، ساڑھے چار ہزار لڑکوں کو فوجی training دی گئی۔ ابھی recently teachers کو بھرتی کیا گیا ہے، ہماری حکومت بے حساب پیسا دے رہی ہے کہ بلوچستان کے حالات ٹھیک ہوں۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اتنے ترقیاتی funds دینے کے باوجود، اتنا کچھ کرنے کے باوجود بلوچستان کے حالات ٹھیک نہیں ہوتے۔ صدر بلوچستان جا رہے ہیں، وزراء بلوچستان جا رہے ہیں، پوری Cabinet بلوچستان گئی تھی، یہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا، یہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی پوری کابینہ کو لے کر بلوچستان گئے تھے لیکن

پھر بھی میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اتنا کچھ کرنے کے باوجود، اتنا سرمایہ دینے کے باوجود، NRO منظور کرنے کے باوجود، اٹھارھویں اور انیسویں ترامیم منظور کرنے کے باوجود بلوچستان کے حالات کیوں ٹھیک نہیں ہوتے، اس کی کیا وجہ ہے۔ میں بلوچستان کی رہنے والی ہوں، میں نے یہ دیکھا کہ جس دن نواب اکبر بگٹی کا قتل ہوا، کروڑوں کا نقصان ہوا، پورا بلوچستان جل رہا تھا، آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی، اس کے بعد حالات خراب ہوتے ہی چلے گئے۔ بلوچ سمجھتے ہیں کہ ان سے ناانصافی ہو رہی ہے، ان کو ہر مقام پر شکست ہو رہی ہے۔ میں یہ مشورہ دینا چاہتی ہوں، زرداری صاحب اور وزیر اعظم صاحب سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جب اتنی کمیٹیاں بنتی ہیں، وہ کمیٹیاں بلوچستان کیوں نہیں جاتیں، وہاں کے سردار، نواب، وڈیرے اور علما ان سب کو اکٹھا کر کے گول میز کانفرنس کیوں نہیں بلائی جاتی، اگر بلوچستان الگ ہو گیا، یہ ہمارے لیے بڑے شرم کی بات ہو گی۔ زرداری صاحب کی جمہوری حکومت کے دور میں نوجوان بلوچوں کے دلوں میں نفرت پائی جاتی ہے۔

ہمارا سب سے پہلا اور اہم کام یہ ہونا چاہیے کہ ہم بلوچستان کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دیں، ان کے حالات بہتر کریں۔ کئی کمیٹیاں بنیں مگر پھر کمیٹیاں توڑ دی جاتی ہیں۔ کل ہی T.V پر آرہا تھا کہ ایک نئی کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ کراچی میں جب بھی کوئی حادثہ ہوتا ہے تو رحمٰن ملک بھاگ کر کراچی جاتے ہیں جبکہ بلوچستان میں روزانہ لاشیں گر رہی ہیں، روزانہ اغوا ہو رہے ہیں، اب تو یہ تفریق بھی نہیں رہی کہ کون بلوچ ہے، کون پٹھان ہے، کون ہندو ہے اور کون پارسی ہے۔ایک پارسی خاتون کو اغوا کیا گیا جو کہ ہماری روایات کے خلاف ہے، ہمارے بلوچستان والے خواتین کو بہت عزت دیتے ہیں لیکن اس دور میں ایک پارسی خاتون کا بھی اغواء ہوا، ہندو بھی اغوا ہو رہے ہیں۔ اب تو بلوچوں اور پشتونوں کو بھی مارا جا رہا ہے۔ پہلے تو یہاں تک تھا کہ صرف seculars کو بلوچستان سے بھگایا جا رہا تھا۔ بلوچستان یونیورسٹی بہت اچھی تھی، جہاں پڑھائی ہوتی تھی، میں نے بھی وہاں سے تین ماسٹرڈگریاں لی ہیں، وہاں کے بڑے اچھے حالات تھے اور ہم لوگ پرسکون تھے لیکن اب نواب اکبر بگٹی صاحب کے قتل کے بعد وہاں تعلیم کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے، بلوچستان یونیورسٹی تباہ حال ہے۔ زیادہ تر Professors and Lecturers کراچی چلے گئے ہیں یا کوئی اسلام آباد آ گیا ہے۔ تعلیم بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہے، اصل مسئلہ تعلیم کے ختم ہونے کا نہیں ہے، حالانکہ ساڑھے چار ہزار ٹیچرز ابھی appoint کئے گئے ہیں لیکن جب تک وہاں امن و امان نہیں ہو گا وہاں کے حالات بہتر نہیں ہوں گے۔ وہاں پر جو نفرت پائی جا رہی ہے اسے ختم نہیں کیا جاتا امن و امان نہیں ہو گا۔ حکومت کی جو کمیٹیاں بنی ہیں وہ وہاں جا کر

لوگوں سے مذاکرات کریں، جو بلوچ پہاڑوں پر چلے گئے ہیں انہیں بلایا جائے، وہاں کے مقامی سرداروں اور نوابوں کو مذاکرات میں شامل کیا جائے اور ان سے یہ کہا جائے کہ آئیں، مل بیٹھ کر بات کریں کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

میں یہ ہرگز ماننے کے لیے تیار نہیں کہ میرا صوبہ غریب ہے، جیسا کہا جاتا ہے کہ بلوچستان لاوارث ہے، غریب ہے۔ ہمارے پاس سب کچھ ہے۔ ہمارے پاس گوادر پورٹ ہے، سوئی گیس ہے، معدنیات ہیں۔ ہمارا پھل اتنا اچھا ہے کہ پوری دنیا میں بھیجا جاسکتا ہے لیکن افسوس! کہ وہاں پانی کی کمی ہے، ہمارے باغات خشک ہوگئے ہیں، مویشی مر رہے ہیں۔ ہمیں بجلی دی جائے، ہمیں پانی دیا جائے۔ ہمارے نوجوانوں کو روزگار دیا جائے۔ یوسف رضا گیلانی صاحب کے دور میں ایسا بھی ہوا کہ وہ بلوچستان سے کئی students کو لائے جو یہاں اسلام آباد میں پڑھ رہے ہیں اور مختلف hostels میں رہ رہے ہیں۔ ان کا یہ بڑا اچھا اقدام تھا، میں ان کے اس اقدام کو سراہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ اس طرح کے کام آئندہ بھی ہوتے رہیں اور جو ہمارا بلوچ طبقہ یہ کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہورہی ہے، ان کی باتیں سنی جائیں۔ وزیراعظم صاحب اور رحمٰن ملک صاحب وہاں دوبارہ جائیں، جو کمیٹی بنائی گئی ہے وہ جائے۔ ہمارے جہانگیر بدر صاحب بھی وہاں جائیں اور وہاں کے لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس طرح مشرقی پاکستان الگ ہو گیا اسی طرح صوبہ بلوچستان بھی الگ ہو جائے اور اگر ایسا ہوا تو ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہو گا کہ ہم جمہوریت میں رہتے ہوئے بھی ایک صوبے کو نہ بچا سکے۔ صوبہ بلوچستان میں خدا نے سب کچھ دیا ہے، ہمارے نوجوان غیور ہیں، ہمارے جو بلوچ بھائی ناراض ہو کر پہاڑوں پر چلے گئے ہیں، ان کو واپس بلایا جائے، ان سے مذاکرات کئے جائیں اور حکومت بھرپور ساتھ دے تاکہ یہ مسئلہ جلد ازجلد حل ہو، یہ نہ ہو کہ دیر ہوجائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: جناب چیئرمین! میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ اتنے sensitive issue پر بات ہورہی ہے اور کوئی بھی منسٹر موجود نہیں ہے۔ ہم دیواروں سے باتیں کررہے ہیں یا کس سے بات کررہے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ بنگش صاحب۔ کیبنٹ کے ممبر تو بیٹھے ہیں، Leader of the House بھی بیٹھے ہیں۔ جی مشاہد اللہ صاحب۔

سینیٹر مشاہد اللہ خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں یہی گزارش کرنا چاہ رہا تھا کہ بلوچستان کا اتنا اہم مسئلہ ہے اور آپ نے بڑا اچھا فیصلہ کیا کہ اس پر debate کرا رہے ہیں لیکن جنھوں نے debate سننی ہے وہ موجود نہیں ہیں اور مزے کی بات ہے کہ یہ اجلاس ان کے حلف کے لیے بلایا گیا تھا۔ آپ ذرا دیکھیں کہ اس لائن کا حال بیوہ کی کلائی کی طرح ننگا ہے جیسے اس وقت آپ کو یہ خالی سیٹیں نظر آ رہی ہیں۔ یہ کس کو بےوقوف بنا رہے ہیں، یہاں پر لوگ کیوں بلوچستان پر discussion کریں۔

جناب چیئرمین: شکریہ مشاہد اللہ صاحب۔ میں Leader of the House سے پوچھ لیتا ہوں۔ جہانگیر بدر صاحب! بلوچستان کی law and order situation پر discussion ہو رہی ہے اور obviously اسے گورنمنٹ سائیڈ نے respond کرنا ہے اور یہاں پر Interior Minister صاحب کا ہونا ضروری تھا، Cabinet members تو ہیں لیکن آپ یہ ensure کر لیں کہ at least on behalf of the Interior Minister ان کا کوئی official notes ضرور لے رہا ہو تا کہ ان کو convey کرے کہ honourable members نے یہ concerns show کئے ہیں۔ MoS بھی نہیں ہیں، آج Wednesday ہے اور Cabinet meeting بھی چل رہی ہے، probably اس وجہ سے منسٹر صاحب نہیں آسکے ہیں لیکن یہ کسی کی ذمہ داری لگا دیں کہ وہ notes لے لیں۔ شکریہ۔ جی فتح حسنی صاحب۔

سینیٹر سردار فتح محمد محمد حسنی: جناب چیئرمین! یہ اتنا serious issue ہے، اس وقت Interior Minister اور Defence Minister کو موجود ہونا چاہیے تھا۔

جناب چیئرمین: Minister of State تو بیٹھے ہوئے ہیں۔

سینیٹر سردار فتح محمد محمد حسنی: ہم چاہتے ہیں کہ بلوچستان پر سیر حاصل بحث ہو، یہاں پر صرف یہ تقریر کرنا کافی نہیں کہ بلوچستان کے کیا حالات ہیں، یہ سب کو معلوم ہے۔ وہاں پر مسخ شدہ لاشیں مل رہی ہیں۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! جب آپ کو موقع ملے تو آپ یہ ساری باتیں ضرور کریں لیکن for God's sake point of order پر اس طرح نہ کریں۔

سینیٹر سردار فتح محمد محمد حسنی: جناب چیئرمین! میری یہ suggestion ہے کہ یہ مسئلہ صرف تقریر کرنے سے حل نہیں ہوگا، بہتر یہ ہے کہ اس ایوان بالا میں جو ہمارے اتنے ذہین لوگ موجود ہیں، وہ اپنی suggestions دیں۔

جناب چیئرمین: فتح حسنی صاحب شکریہ۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Minister for Political Affairs بیٹھے ہوئے ہیں، Minister for Water and Power بیٹھے ہوئے ہیں، Leader of the House صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ زاہد خان صاحب! وہ اس پر respond کریں گے، آپ تشریف رکھیں۔ جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! جو بات میرے colleagues کہہ رہے ہیں وہ بالکل صحیح ہے کہ ہم ایک ایسے مسئلے پر بات کر رہے ہیں جس کا حل ایک یا دو لوگوں کے بات کرنے سے نہیں ہوگا۔ صرف Interior Ministry minutes لے کر ہمارے مسئلے کو حل کرتی تو آپ یقین مانیے کہ میں روزانہ یہی بولتی اور وہ minutes لے کر میرے مسئلے کا حل نکالتے۔ میں ان کی بات سے بالکل agree کرتی ہوں کہ بلوچستان کے اتنے important issue کو اس طرح easy نہ لیا جائے۔ کیبنٹ کی میٹنگ ہر بدھ کو ہوتی ہے اگر ایک مرتبہ وہ attend نہ کریں تو میرے خیال میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم بلوچستان کے احساس محرومی کی بات کرتے ہیں، جب ان کو اس کا احساس نہ ہو تو ہماری یہ بات ان ایوانوں میں ہی رہ جائے گی۔ جہاں تک بلوچستان پر بات کرنے کا تعلق ہے تو اگر ان در و دیوار کو زبان مل جائے تو یقین مانیں کہ یہ در و دیوار بولیں گے کہ ہم نے اس ہاؤس میں دس سال میں کتنی بار اس مسئلے کو اٹھایا۔ مجھے تو آج ایسے ہی لگتا ہے کہ ہم دیواروں سے باتیں کر رہے ہیں۔

دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے
ہم بھی پاگل ہو جائیں گے ایسا لگتا ہے

آپ نے اتنا بڑا stand لیا کہ rules کو suspend کر کے بلوچستان پر debate کرائی، یقیناً آپ کے concerns ان کے ساتھ تھے، ہماری بھی خواہش تھی، Leader of the Opposition and Leader of the House نے بھی اس پر آمادگی ظاہر کی۔ جناب چیئرمین! آپ اس ہاؤس کے custodian ہیں۔ ہم سب کا مقصد اس مسئلے کے حل کی تلاش ہے۔ مقصد روز روز کا رونا نہیں ہے کہ میں یہاں روزانہ آؤں اور یہاں آکر رونا شروع کروں اور کچھ تسلی تشفی کی باتیں کر کے چلی جاؤں۔ اس دن ہم نے ایک مسئلے کی نشان دہی کی تھی ڈاکٹر دین محمد بنگلزئی صاحب کے اغوا کی، ڈاکٹروں نے بھی ہڑتال کی اور ہم نے ایوان میں بھی بات کی اور اسی رات ساڑھے آٹھ بجے وہ اپنے گھر پہنچ گئے۔ بے چارے کیا کھہ کر یا کیا دے کر گھر پہنچے ہیں یہ تو خدا ہی جانتا ہے۔ ہمارے وہ ہندو تاجر جو بہت ہی امن پسند، نہایت ہی نفیس تاجر جو اغوا ہوئے ہیں اور ابھی تک ان کے اغوا کی نشان دہی بھی نہیں ہوسکی۔ جیسے آپ نے اس دن میری تقریر کے بعد ruling دی تھی ، آپ کی طرف سے بھی کوئی ایسی ہدایت آجائے تو یقیناً اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

جناب چیئرمین! بات کہاں سے شروع کروں، میں سمجھتی ہوں کہ اب تو اس کی شروعات رہی ہی نہیں۔ ہم نے اس بات کو لٹکا لٹکا کر اتنا لمبا کیا ہے کہ ہم ان حالات کی طرف آرہے ہیں جو حالات 1971–72 میں مشرقی پاکستان کے ہوئے۔ جناب والا، کیا آج ہمیں پتا چل سکتا ہے نواب اکبر خان بگٹی کی شہادت کا، کوئی رپورٹ آئی ہے۔ ابھی ڈومکی صاحب، ان کی بیوی اور بچی کے قتل کا بھی سب کو پتا ہے۔ آپ کمیٹیوں کی تعداد دیکھ لیں، مشاہد حسین صاحب کی کمیٹی بنی، رضا ربانی صاحب کی سربراہی میں کمیٹی بنی، خورشید شاہ صاحب کی سربراہی میں کمیٹی بنی، سپریم کورٹ خود بلوچستان میں جاکر hearing کر رہی ہے مگر حل ندارد۔ اس کی بھی بہت بڑی وجہ ہے۔ جناب والا، جو مرض کینسر بن گیا ہے ہم اس کا علاج کسی بخار کی گولی سے کر رہے ہیں تو یہ ناممکن ہے۔ کینسر کا علاج کینسر کے طریقے سے ہی کیا جائے گا تو تب جا کر کچھ بہتر شکل اختیار ہوگی۔

جناب چیئرمین! ہمارے ہاں دن بدن مسخ شدہ لاشیں آرہی ہیں اور جو سب سے زیادہ grow industry کر رہی ہے وہ اغوا کی ہے۔ ایک بندہ اغوا کرلو ساٹھ، ستر لاکھ روپے لے لو اور چار چھ مہینے آرام سے گزار لو۔ اس کے ساتھ ساتھ گاڑیاں، موٹر سائیکلیں چوری اور ٹیچر، ڈاکٹر آئے روز اغوا کا معمول بن گیا ہے۔ یعنی کون سی ایسی چیز ہے جو وہاں پر نہیں ہو رہی۔ ہم کہہ رہے ہیں بیرونی ہاتھ ہے۔ اگر بیرونی ہاتھ بھی ہیں تو پاکستان کی سرحدیں جن ملکوں کے ساتھ ملتی ہیں تو ان ملکوں کے ساتھ بات

چیت کریں۔ جیسے ابھی کرزئی صاحب سے بھی بات ہوئی ہے کہ تمہارے ہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہاں بلوچستان میں دراندازی کرتے ہیں۔ اگر ایران کی طرف سے بھی ہے تو جنداللہ جیسے لوگ پال کر ہم ایران میں بھی کچھ کر رہے ہیں یعنی کون سا ملک ایسا ہے جہاں ہم پنگا نہیں لے رہے۔ انڈیا کے ساتھ تو ہماری ویسے ہی لڑائی ہے تو یقیناً بلوچستان ایک ایسا صوبہ ہے جو اپنے معدنی ذخائر کی وجہ سے اس وقت تمام دنیا کی نظر میں ہے۔ تمام دنیا میں لوگ اپنی سو سال کی strategy بناتے ہیں کہ کس طرح، کس جگہ میں کیا کرنا ہے اور کس طریقے سے اس کو علیحدہ کرنا ہے۔ ان تمام چیزوں کا حل موجود ہے، میں ابھی مایوس نہیں ہوں، نہ تو میں خدا کی قدرت سے مایوس ہوئی ہوں اور نہ میں ابھی کسی انسانی طاقت سے مایوس ہوئی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم کوشش کریں تو ہم اس کا کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گے۔ اگر ہم ایسی کوشش کریں گے کہ ہماری بات سننے کے لیے یہاں پر وزیر داخلہ تک نہ ہو، ہماری کسی بات کا نوٹس نہ لیں اور ہمیں جواب تک نہ دیں تو پھر میرے خیال میں بات کرنا فضول ہوگی۔ میر حاصل خان بزنجو صاحب اس وقت موجود نہیں ہیں یقیناً ہر فورم پر وہ بولے ہیں اور بہت اچھا بولے ہیں، تمام پارٹیاں جو آپ کے ساتھ بیٹھی ہیں یقیناً وہ بلوچستان کے لیے بہتری چاہ رہی ہیں مگر جو پارٹیاں ایوان کا حصہ ہیں یا جو پارٹیاں ناراض ہیں اور ایوان سے باہر ہیں ہمیں ان سے بھی بات چیت کرنی ہوگی۔ ہمیں اپنی فوج سے بھی بات کرنی ہوگی، ہمیں ایف سی سے بھی بات کرنی ہوگی، ہمیں وہاں کے stakeholders کے ساتھ بھی بات کرنی ہے، ہمیں ناراض لوگوں سے بھی بات کرنی ہے۔ اگر ہم یہ سب کچھ نہیں کرتے تو پھر میرا خیال ہے کہ ہماری تقریریں، ہماری تحریریں سب ضائع ہیں۔

جناب چیئرمین! وہاں صرف اغوا، مسخ شدہ لاشیں ہی نہیں ہیں بلکہ وہاں علمائے کرام کا قتل، ہزارہ قبیلے کے لوگوں کا قتل، بسوں سے لوگوں کو اتار کر شناختی کارڈ دیکھ کر ان کا سرعام قتل کیا گیا کسی باشعور ملک، کسی باشعور شہر میں ایسا ہوتا ہے۔ کسی اخلاقیات میں، قرآن میں، کسی حدیث میں، کسی شریعت میں یہ چیز ہے کہ ہم خود ہی حقدار بن جائیں لوگوں کو سزا دینے کے صرف اس لیے کہ لوگ شاید توقع نہیں کرتے کہ ان کو بہتر انصاف ملے۔ یہاں بات ہوئی تھی حقوق بلوچستان پیکیج کی۔ جناب یوسف رضا گیلانی صاحب اور جناب آصف علی زرداری صاحب نے بھی اس پیکیج پر بہت زور دیا مگر میں بڑے افسوس سے کہتی ہوں کہ اس پیکیج کے 1/3 حصے پر بھی عمل نہیں ہوا۔ ہم نے کہا تھا کہ ہم 35,000 لوگوں کو ملازمتیں دیں گے۔ ہم نے کہا تھا کہ ہم گوادر پورٹ کو develop کریں گے یہ سب کچھ کہاں ہوا وہی ویرانی ہے، وہی گوادر کی ریت ہے اور لوگ ہیں۔ گوادر کا یہ عالم ہے کہ وہاں پینے کا پانی

نہیں ہے اسے develop کرنا تو دور کی بات ہے۔ بھلا ہو نیوی والوں کا جنہوں نے لوگوں کو پینے کا پانی پلا دیا ورنہ آپ اگر اس دن حکم جاری نہ کرتے تو لوگ تو پیاسے مر جاتے۔ لوگ تو تڑپ رہے تھے مر رہے تھے بیس ہزار روپے کا ایک پانی کا ٹینکر لے رہے تھے۔ ہم اس چیز کو تو ٹھیک کرنے کے لیے نہیں جاتے جو ہمارے صوبے کے اندر ہے۔ گوادر کے کھارے پانی کو میٹھا کرنا تو کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں چاہوں گی کہ آپ ان چیزوں کو بڑا seriously لیں۔

جناب چیئرمین! ہم نے کہا تھا کہ گوادر تا رتوڈیرو سڑک فوری طور پر تعمیر کی جائے، ہم نے تمام ملک میں، میں ان جگہوں کا نام نہیں لیتی جہاں سڑکوں پر سڑکیں تعمیر کردیں، بنی ہوئی سڑکیں ادھیڑ کر ہم نے سڑکیں تعمیر کردیں مگر ہم نے وہ سڑک نہیں بنائی جس سے گوادر معاشی طور پر اٹھ کھڑا ہوتا۔ اگر گوادر معاشی طور پر بہتر ہوجائے تو ہمارے نوجوانوں کو کہیں سے خیرات اور زکوٰۃ کی ضرورت نہیں ہے، کسی internship کی ضرورت نہیں ہے۔ جن بچوں کے ہاتھوں میں بندوقیں ہیں آپ ان کو نوکریاں دے دیں، ان بچوں کو تعلیم دے دیں، ان بچوں کو صحت دے دیں، بلوچستان کو ہر چیز سے free zone کردیں، کچھ عرصے کے لیے کردیں کیا فرق پڑتا ہے کیا یہ ملک کا ایک حصہ نہیں ہے۔ اس صوبے کی گیس پورے پاکستان نے استعمال نہیں کی؟ ہم ان چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں رہے جو وہاں پر موجود ہیں اور اگر development کے نام پر کچھ پیسے آپ نے دیے ہیں تو وہ چند ایک لوگوں کے پاس ہیں۔ جو قوتیں ہم سے ناراض ہیں ان کو منانے کے لیے بھی گارنٹی چاہیے۔ وہ چاہتے ہیں کہ کوئی ملک ان کی گارنٹی دے تب وہ آئیں ایسا نہ ہو کہ وہ آئیں تو ان کو پکڑ کر hang کیا جائے، یا مار دیا جائے تو پھر میرا خیال ہے کہ کوئی شے نہیں بچے گی۔ بے شک سعودی عرب جیسا ملک اس میں گارنٹی کرے، پاکستان اور ان کے درمیان ایک معاہدہ ہو کہ آپ کی طرف سے یہ کچھ ہونا چاہیے اور ہماری طرف سے یہ کچھ ہونا چاہیے کیونکہ ہم تمہیں protection دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین! نواب خیر بخش مری واپس نہیں آئے۔ آخر وہ واپس اپنے ملک میں آئے تو افغانستان سے باقاعدہ چارٹرڈ طیارہ ان کو لے کر آیا۔ اگر ہم نے بات چیت کرنی ہے تو ہمیں سب لوگوں سے کرنی ہوگی اور اس میں سب سے بڑا کردار ہم سیاستدانوں کا ہے اور اس کے بعد فوج جو policy maker ہے، ہمارے فوجی ہمارے ساتھ بیٹھیں۔ ابھی NDU (National Defence University) میں ایک سیمینار ہوا، بڑا اچھا سیمینار تھا اور اس میں وہ قوتیں بھی آکر بیٹھی تھیں جن کے متعلق ہمارے خیالات کوئی اتنے اچھے نہیں تھے مگر جب انہوں نے ایک تجزیہ پیش کیا تو وہ تجزیہ ایک

دوسرے بلوچستان کا نظریہ پیش کر رہا تھا۔ میں کہتی ہوں کہ اس قسم کا سیمینار بلوچستان میں رکھا جائے، بے شک اس کو کینٹ میں رکھ لیں، کہیں بھی رکھ لیں تو بلوچستان کے جو لوگ ہیں اور آپ جیسے جو notable لوگ ہیں، ہمارے صدر، وزیر اعظم، سپریم کورٹ اور میڈیا سب کو اس میں شرکت کرنی چاہیے۔ میڈیا کو بھی چاہیے کہ دونوں طرف کی تصویر دے، ایک طرف کی تصویر کشی نہ کرے۔ وہ کسی کو ملزم بنا دیتے ہیں اور کسی کو مظلوم، یہ چیز بھی اچھی نہیں ہے۔ دونوں رخ ہونے چاہییں ہمارے پاس، تاریک پہلو بھی اور روشن پہلو بھی۔ ایسے اقدام جو اچھے ہیں وہ سامنے آنے چاہییں اور جو ہم سے نہیں ہو سکے، وہ ہمیں کرنے چاہییں۔

جناب! یہ اقدام کب ہوں گے؟ وقت تو گزر رہا ہے۔ کیا کوئی ایسا شخص یہاں موجود ہے جو ہمیں اس چیز کی گارنٹی دے کہ ہم اتنے وقت میں آپ کے لیے یہ اقدامات اٹھائیں گے۔ کون شخص آگے آئے گا؟ میں تو میاں نواز شریف صاحب کو بھی کہتی ہوں، ان کی ایک اچھی حیثیت ہے، آئیں بیٹھیں، لوگوں سے بات کریں۔ لوگ ان کی بات سنتے ہیں، طلال بگٹی وغیرہ ان کی بات اچھے طریقے سے سنتے ہیں۔ میں تو دوسری پارٹیوں سے بھی کہتی ہوں، آئیں اور آکر بات چیت کریں۔ میں تو پیپلز پارٹی سے بھی کہتی ہوں، صدر آصف علی زرداری سے بھی کہتی ہوں جو کہ بلوچ ہیں، وہ آکر بات کریں۔ میں تو ہمسایہ ملک سے بھی کہتی ہوں، آپ ان سے بھی request کریں کہ وہ آئیں اور ان کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کریں۔ آپ کرزئی سے بات کریں، ایران سے بھی بات کریں، چین سے بھی بات کریں، افغانستان سے بھی بات کریں، آپ سعودی عرب سے بھی بات کریں۔ جناب! آپ مسئلے کا حل مانگ رہے ہیں۔ مسئلے کا حل اتنا چھوٹا نہیں ہے کہ میں، آپ یا رحمٰن ملک یہاں بیٹھ کر notes لے لیں گے اور مسئلے کا حل نکل آئے گا۔ یہ ناممکن ہے اور مذاق ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ یہ debate کسی طریقے سے بھی فائدہ مند نہیں ہو سکتی جب تک تمام stakeholders بیٹھتے نہیں اور بات نہیں کرتے۔ جو لوگ پہاڑوں پر چڑھے ہوئے ہیں، ان کو بھی بلائیں اور ان کی بھی بات سنیں۔ اگر ہم ان لوگوں، بچوں اور نوجوانوں کے ہاتھوں سے بندوقیں لینا چاہتے ہیں تو ہمیں انہیں نوکریاں دینی ہوں گی، تعلیم دینی ہو گی اور صحت کی سہولت دینی ہو گی۔

چند دن پہلے میرے بلوچستان کے بچے application لیے یہاں آئے ہوئے تھے، مجھے ان کی بے چارگی پر رونا آیا۔ Even آپ کے اسلام آباد کا ایک کلرک بھی ان بچوں کو اندر نہیں گھسنے دیتا، وہ application کیا جمع کرائیں گے۔ اسلام آباد کے ان بڑے ایوانوں میں ہماری بات نہیں سنی جاتی تو

ہمارے ان معصوم بچوں کی بات کہاں سنی جائے گی۔ اس کے لیے ایک strategy بنانی ہو گی۔ Strategy ایسی ہونی چاہیے جس پر عمل درآمد ہوسکے۔ اگر ادھورا کام کرکے درمیان میں ہی چھوڑنا ہے، تو میں سمجھتی ہوں کہ لوگوں کو ایک اور الاؤ جلانے کی ضرورت ہو گی۔

جناب چیئرمین! آپ اس ایوان کے custodian ہیں، آپ کوئی ایسا initiative لیں کہ تمام لوگوں اور تمام stakeholders کو بٹھائیں۔ ایک طریقہ کار تو شروع کیا جائے۔ اگر فوجی سیمینار بلا سکتے ہیں تو سیاستدان کیوں نہیں، میڈیا والے کیوں نہیں۔ ہم کیوں اور لوگوں سے بات نہیں کرسکتے؟ یہ بات اسی وقت ممکن ہو گی جب ہم تمام لوگوں کے ساتھ بات چیت کریں گے۔ اس کا حل یہی ہے کہ ہمارے بچے جو ہم سے ناراض ہیں، ہمارے بچے جو پہاڑوں پر چلے گئے ہیں، ہم ان کے روزگار کا بندوبست کریں۔ آپ نے پیکج کی بات کی تھی، مجھے یہ بتائیے کہ پیکج میں کتنا فی صد حصہ بلوچستان کو ملا۔ ہم پیکج مانگ رہے ہیں، کوئی beggar نہیں کہ خیرات مانگ رہے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا ہم نے کہا تھا کہ بلوچستان کے لیے need basis پر گوادر میں tax reforms کی جائیں۔ اس میں ہمیں اسحاق ڈار صاحب کی معاونت کی بہت سخت ضرورت ہو گی۔ اگر وہاں تھوڑا بہت business ہورہا ہے، تو وہاں موجود custom collectorate اپنی collections کو بڑھانے کے لیے لوگوں سے جائز ناجائز وصولیاں کررہا ہے۔ ان حالات میں گوادر پورٹ پر business کرنے کون آئے گا؟ وہاں کون آئے گا جبکہ نہ وہاں پر سڑکیں ہیں، نہ ٹرین ہے حتیٰ کہ پینے کا پانی تک موجود نہیں ہے۔ ایسے حالات میں وہاں کون stay کرے گا؟ آپ کا خیال ہے کہ businessmen یہاں آئیں گے؟ وہ گوادر جس میں دنیا کی ایک بڑی deep sea port ہے۔ افغانستان اور پاکستان کے درمیان سب سے بڑا border ہے۔ اگر ان مسائل کو حل کرنا ہے تو جناب چیئرمین! اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس مسئلے کا حل نکلے تو میری آپ سے humbly گزارش ہو گی کہ آپ بطور چیئرمین سینیٹ تمام لوگوں کو بٹھائیں۔ میں کہوں گی کہ تمام سیاستدان جو یہاں بیٹھے ہیں خاص کر میری جماعت پیپلز پارٹی سے، میری بڑی humbly request ہو گی صدر آصف علی زرداری اور میاں نواز شریف صاحب سے کہ خدارا! آپ لوگوں کے ساتھ بیٹھیں اگر بلوچستان کا مسئلہ آپ نے حل کرنا ہے۔ ورنہ بالکل بے سود ہے ان دیواروں سے باتیں کرنا اور بالکل بے سود ہے میرا یہاں پر بحث کرنا۔ میں کہتی ہوں صفر ہے یہاں میرا اس debate میں حصہ لینا۔ چوہدری شجاعت صاحب بیٹھے ہیں، انہوں نے مشاہد حسین کی

سر براہی میں ایک کمیٹی بنائی تھی، اس کمیٹی کا کیا حشر ہوا، ہمیں آج تک پتا نہیں چل سکا۔ قوم کے ساتھ سچ بولیں۔ اگر سچ نہیں بولتے تو کم از کم قوم کے ساتھ منافقت والی سیاست نہ کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

سینیٹر عبدالنبی بنگش: جناب چیئرمین! جس بندے کی شادی کے لیے یہ بارات بلائی گئی، بارات تو یہاں موجود ہے لیکن دولہا نہیں ہے۔ اسی سے related subject ہے۔ میں افسوس سے کہتا ہوں کہ don't protect the Minister. You are custodian of the House. You should protect our interests. بلوچستان جل رہا ہے اور جو طریقہ کار اختیار کیا جارہا ہے، میں اس وقت حبیب جالب کا وہ شعر پڑھوں گا:

اگر فکر گریباں ہے تو گھر پہ جا بیٹھو
یہ وہ عذاب ہے جو دیوانگی سے جائے گا
بجھا چراغ، لٹی عصمتیں، چمن اجڑے
یہ زخم جس نے دیا، اسی سے جائے گا

اس بات پر میں اس ایوان سے بطور احتجاج بمعہ اپنی پارٹی واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(اس موقع پر اے این پی کے اراکین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب چیئرمین: جہانگیر بدر صاحب، لیڈر آف دی ہاؤس۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر (قائد ایوان): چیئرمین صاحب! یہ message وہاں بھجوایا گیا تھا، کل سے ہم کوشش کررہے ہیں کہ منسٹر آئیں۔ انہیں آنا چاہیے تھا لیکن جیسا آپ نے فرمایا کہ ابھی کابینہ کی میٹنگ ہے۔

جناب چیئرمین: کابینہ کے ممبر، بجارانی صاحب تو یہاں تشریف فرما ہیں۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: میں عرض کررہا ہوں کہ ایک specific point ہو گیا جس پر وہ بات کررہے تھے، میں نے اس کا جواب دیا ہے۔ یہاں ان کے notes لیے جارہے ہیں۔

جناب چیئرمین: کیا اس issue پر Interior Minister خود respond کریں گے؟

Senator Muhammad Jahangir Bader: He will respond. Definitely he has to. He is a Minister. This is his responsibility.

سینیٹر اسلام الدین شیخ (چیف وہپ): جناب! کیبنٹ میٹنگ تو کوئی نہیں ہو رہی۔

جناب چیئرمین: اچھا۔ لیڈر آف دی اپوزیشن۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار (قائد حزب اختلاف): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو سنجیدگی بلوچستان issue کے حوالے سے ہونی چاہیے، وہ obviously نظر نہیں آرہی۔ آپ نے ان کو قبل از وقت بتا دیا کہ اس issue پر ہم بات کریں گے۔ ہم نے یہاں تک طے کیا کہ سب سے پہلے بلوچستان کی بہنوں اور بھائیوں کو موقع دیا جائے گا۔ اس وقت پاکستان کا جو سب سے worst internal issue ہے وہ بلوچستان ہے، security point of view سے، law and order کے point of view سے کہہ لیں، وہاں جو insurgency ہے اس کے حوالے سے کہہ لیں۔ اس وقت ان کے جو key Minister ہیں داخلہ کے اور دوسرے relevant لوگ اور جو ان کے senior bureaucrats اور agencies کے لوگ ہیں، ان کو تو galleries میں ہونا چاہیے۔ جناب! اگر تو مقصد یہ ہے کہ اس motion کو دو دن بعد کرکے، تقریریں کروا کے، then motion is to be talked out تو پھر اس کا تو فائدہ نہیں ہے۔ پھر بہتر ہے کہ ہم اس کو ختم کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہر ایک کی آواز ہے، ادھر ہو یا Treasuring Benches پر بیٹھا ہو۔ خدا کے لیے! یہ اس وقت پاکستان کے بچاؤ کا مسئلہ ہے۔

آپ کو یاد ہوگا بلوچستان کے مسئلے پر آج نہیں، آج سے پانچ سال پہلے ایک کمیٹی بنی تھی، یہاں چوہدری شجاعت صاحب بیٹھے ہیں، ہم اپوزیشن کی طرف سے اس میں تھے جبکہ یہ حکومت میں تھے، اس کی رپورٹیں بنیں، آج تک ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ کیا ہم نے یہی کام کرنے ہیں کہ جب بھی کوئی تکلیف ہوتی ہے تو یہاں ممبرز بولتے ہیں۔ It is not a debating society sir. یہاں cups نہیں مل رہے کہ کس نے اچھی تقریر کی۔ جناب! میں سمجھتا ہوں یہ بڑا مایوس کن رویہ ہے۔ اگر اس معاملے پر وزراء کے پاس time نہیں ہے، with all due respect ان کے لیے جو بیٹھے ہوئے ہیں، تو جناب! پھر ہم کس لیے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ ہم اس پر token walk out کریں گے۔

جناب چیئرمین: میری گزارش سن لیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: آپ کی بات سن کر ہم token walk out کریں گے۔

جناب چیئرمین: جہانگیر بدر صاحب! پہلے تو یہ ensure کیا جائے، ایوان کو یہ بتایا جائے کہ وزارتِ داخلہ کے کون سے officials یہاں آئے ہوئے ہیں۔ and I should be informed اگر منسٹر نہیں آئے، MoS نہیں آئے تو

find out which of the officials of the Interior Ministry are in the gallery and taking notes. The House should know it. Members are objecting to it, so at least, we should be informed about it. If they are not here, then obviously we will have to pass some specific orders for that. Then I will have to take some action.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! میری گزارش یہ ہے we will not accept only the bureaucrats sitting in the gallery. Unless the Minister comes here, we will not attend this debate. جناب! میری گزارش سنیں، وزیرِ داخلہ کے پاس time ہے کہ یہ politics کے لیے جہاز پکڑتا ہے اور لندن پہنچ جاتا ہے، یہ جہاز پکڑتا ہے اور دوسرے ملکوں میں چلا جاتا ہے لیکن اس کو پاکستان کے بچاؤ کی کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس کو دو مرتبہ oath لینے کا پتا ہے، اس کے پاس اس ملک کے کروڑوں روپے خرچ کرنے کے لیے time ہے۔ جناب! ایسے نہیں چلے گا۔

That means the Government is not serious to resolve the Balochistan issue. The Minister must come here.

(اس موقع پر مسلم لیگ (ن) کے اراکین واک آؤٹ کر گئے)

جناب چیئرمین: ڈار صاحب! ابھی جہانگیر بدر صاحب نے کہا ہے کہ انہیں convey کیا گیا ہے and he is coming to the House. بدر صاحب! کیا وہ آرہے ہیں؟

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! تھانہ سیکریٹریٹ کی پولیس کو بھیجا جائے کہ وہ انہیں arrest کر کے لائے۔

جناب چیئرمین: تھانہ سیکرٹریٹ کی پولیس بھی انہی کے ماتحت ہے، شاہ صاحب آپ کیا تجویز کر رہے ہیں۔

سینیٹر اسلام الدین شیخ: جناب چیئرمین! میں نے پتا کیا ہے وزارتِ داخلہ کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: جناب چیئرمین! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں وزارتِ داخلہ کا کوئی آدمی موجود نہیں ہے۔ وزیر صاحب کو کل بھی پیغام دیا گیا تھا، آج بھی میں انہیں message کر رہا ہوں but this is part of his responsibility.

جناب چیئرمین: بدر صاحب! point is this کہ وزیروں کی کچھ اور مصروفیات ہو سکتی ہیں لیکن under the rules جن کے مطابق ہم یہ ایوان چلا رہے ہیں یہ ensure کریں کہ جس وزارت کا business جس دن ہو at least اس وزارت کے لوگ تو موجود ہونے چاہییں۔ Kindly convey to the Secretary Interior, he should be in the House, call him to the House right now. We want him, otherwise I will pass a specific order for him.

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: ٹھیک ہے جی. it should be done.

جناب چیئرمین: جی کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: جناب چیئرمین! آپ کا order pass ہو گیا ہے اگر وزیر صاحب یہاں آجاتے ہیں تب تو ہم تقریریں بھی کریں گے اور آج یا کل ان سے اس کا حل بھی لیں گے۔ اگر وہ یہاں پر موجود نہیں ہیں تو پھر بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: گزارش ہے کہ دوسرے معزز ممبران کابینہ یہاں موجود ہیں، تسنیم قریشی صاحب notes لے رہے ہیں، وہ اس پر respond بھی کریں گے۔ میرا concern یہ تھا کہ this is Parliament and everybody is answerable to the Parliament whether he is a bureaucrat or in other capacity. The rules require this when the business of the concerned ministry is taken up somebody should be from that ministry be taking notes in the gallery sitting with. I am astonished when he told that none from the Ministry of Interior is sitting here. How do they treat to the Parliament? یہ سینیٹ کو کس طرح treat کر رہے ہیں؟ So, Leader of the House ensure it that if he

جی حافظ حمد اللہ does not come, then I will pass a specific order for him. صاحب! آپ اس پر تقریر کریں گے یا آپ کا point of order ہے؟

سینیٹر حافظ حمد اللہ: جناب چیئرمین! میں point of order پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! جب سے ہم نے حلف اٹھایا ہے، ہمارا پارلیمنٹ کا اتنا تجربہ نہیں ہے، اس پارلیمنٹ میں کوئی بھی issue ہو جس میں حکومتی پارٹی کی دلچسپی نہ ہو تو وہ اس کارروائی میں دلچسپی نہیں لیتے ہیں۔ مثلاً توہین عدالت کے Bill کا ایک مسودہ یہاں پیش ہوا، انہوں نے اسے راتوں رات منظور کرایا۔ دہری شہریت کے حوالے سے کوشش کی کیونکہ اس میں ان کی دلچسپی تھی۔ رحمٰن ملک کی حلف برداری میں ان کی دلچسپی تھی، اسی دن منگنی، اسی دن بارات، وہ بھی مطلقہ عورت کے ساتھ۔ میں اس لیے کہتا ہوں کہ حکومت کی بے حسی ہے۔ بلوچستان کے اتنے حساس مسئلے پر آپ نے رمضان المبارک میں دو دنوں کا وقت دیا، ہم اس پر بولنا چاہتے ہیں لیکن آپ کے وزیرداخلہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ ان کے پاس کراچی جانے کے لیے فرصت ہے، ان کے لیے لندن الطاف حسین بھائی کے پاس جانے کی فرصت ہے، کیوں؟ وہاں مفادات وابستہ ہیں۔ بلوچستان سے ہمارے کوئی مفادات وابستہ نہیں ہیں، لہٰذا جمعیت علمائے اسلام اس رویے کے خلاف ایوان سے واک آؤٹ کرتی ہے۔

(اس موقع پر جمعیت علمائے اسلام کے ممبران ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

جناب چیئرمین: جی سردار فتح محمد حسنی صاحب۔

سینیٹر سردار فتح محمد محمد حسنی: جناب چیئرمین! جب ہم قومی اسمبلی میں ہوا کرتے تھے تو ہم سمجھتے تھے کہ سینیٹ ایوان بالا ہے لیکن اب یہاں آکر پتا چلا کہ یہ تو بزرگوں کی آماجگاہ ہے۔ یہاں آکر آدمی کو صرف سکون سے سونا چاہیے۔ مجھے انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ میرے ذہن میں سینیٹ کا ایک image تھا، یہاں آکر میں یہ سمجھنے لگا ہوں کہ شاید حکومت اور اپوزیشن دونوں کے لیے سینیٹ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آپ کی مہربانی ہے کہ آپ نے اتنے عرصے کے بعد بلوچستان کے حالات کو discuss کرنے کی اجازت دی لیکن مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہاں آکر اگر ہمارا مقصد خالی بلوچستان کی کہانیاں سنانا ہے تو بہتر ہے کہ ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر یا کسی press club میں جا کر وہاں press conference کریں اور بلوچستان کے حوالے سے یہ رونا روئیں کہ بلوچستان کے لوگوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے، بلوچستان کا کوئی والی وارث نہیں ہے، بلوچستان کے

لوگ وہ ہیں جن کو جس طرح سے مارنا چاہیں، ماریں، انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ ہم بھی federation کے لوگ ہیں، اس سینیٹ میں بلوچستان کے بائیس سینیٹر موجود ہیں، مجھے تو افسوس اس بات کا ہے کہ اگر یہاں پر صرف تقریریں کر کے اپنے گھروں کو چلے جانا یا اخبارات کی شہ سرخیاں لگوانا ہی مقصد ٹھہرا، اگر بلوچستان کے حوالے سے discussion کا مقصد یہ ہے تو کم از کم میں اس discussion کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں، ہم parliamentarians ہیں، آپ کے علم میں یہ بات ہو گی کہ بلوچستان کے کیا حالات ہیں؟ ایک BLA ہے، ایک BLR ہے، طالبان ہیں، چور ہیں، ڈاکو ہیں اور ہماری حالت یہ ہے کہ وہاں پر بارہ بارہ سال کے بچوں کو اٹھایا جاتا ہے۔ اگر آپ کوئٹہ جائیں تو آپ کو روز ایک نئی خبر ملے گی کہ آج کوئٹہ سے دس سال یا بارہ سال کے تین بچے اٹھائے گئے ہیں، دس آدمیوں کو قتل کر دیا گیا، دس آدمیوں کی مسخ شدہ لاشیں ملیں۔ جناب والا! ہم سب کیا چاہتے ہیں؟ بلوچستان میں coalition Government ہے، وہاں پر مسلم لیگ (ن) والے بھی حکومت میں ہیں، جمعیت علمائے اسلام والے بھی حکومت میں ہیں، وہاں پیپلز پارٹی کی باقی اتحادیوں کے ساتھ حکومت قائم ہے۔ وفاقی اور صوبائی، دونوں حکومتوں کو چاہیے کہ آپ نے آج جو مہربانی کی ہے، ہم اس سے مستفید ہوں، ہم بجائے اس کے کہ تقریریں کریں اور یہ کہانیاں سنائیں کہ بلوچستان 1958 میں کس طرح پاکستان میں شامل ہوا؟ ہم نواب خیر بخش مری کو کیسے لے کر آئے؟ 1973 میں کیسے آرمی کا operation ہوا؟ میرے خیال میں اب ان باتوں کی ضرورت نہیں ہے، آپ کو یہ ساری باتیں کمپیوٹر میں مل جائیں گی۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اس ایوان کے experienced دوستوں سے مستفید ہوں کہ یہ کس کی ذمہ داری بنتی ہے؟ کیا بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، ٹھیک ہو رہا ہے؟

جناب چیئرمین! میں آپ کو صرف ایک بات بتانا چاہ رہا ہوں کہ یہاں یہ عالم ہے کہ ہم بلوچستان کو چار سال کے بعد discuss کر رہے ہیں، یہاں وزیراعظم کو موجود ہونا چاہیے تھا۔ اس ایوان میں ایک ہفتے تک سر جوڑ کر ہمیں ایک دوسرے کی suggestions سننی چاہیے تھیں کہ بلوچستان پاکستان کا حصہ ہے، بلوچستان کے لوگوں کو ہم کیسے اپنے ساتھ ملا سکتے ہیں؟ بلوچستان کے natural resources سے ہم کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ بلوچستان رقبے کے حوالے سے پاکستان کا 44% ہے۔ جناب چیئرمین! گوادر کی حالت آپ کے سامنے ہے۔ ریکوڈک کی حالت آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے بلوچستان کے حالات ایسے کر دیے ہیں کہ میرے خیال میں اگر کسی foreigner کو دعوت پر بھی لے کر جانا چاہیں تو وہ بلوچستان جانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ یہاں discussion کا عالم یہ ہے اور ہم دیکھ

رہے ہیں کہ اس کو کس طرح seriously لیا جا رہا ہے۔ ہمیں آپ کا احساس ہے، ہم آپ کے شکر گزار ہیں، ہم جہانگیر بدر صاحب کے بھی شکر گزار ہیں، ہم اپنے دوسرے دوستوں کے بھی شکر گزار ہیں لیکن اگر آپ واقعی چاہتے ہیں، آپ سے مراد ہم سب، اپوزیشن کے لوگ بھی، حکومت کے لوگ بھی، وزیراعظم کو یہاں پر بیٹھنا چاہیے، اگر صرف time pass کرنے کے لیے کہ آپ کو کوئی اور agenda نہیں ملا تو آپ بلوچستان کو discuss کر رہے ہیں تو یہ بلوچستان کی نہیں ہم پاکستان کی توہین کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ وزیراعظم کو درخواست کریں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ باقی معاملات میں بھی نہ ہمارے وزراء آتے ہیں اور نہ وزیراعظم صاحب یہاں آتے ہیں، نہ کوئی دلچسپی لیتا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ہم اس موقع سے فائدہ اٹھائیں، ہم اپنے دوستوں کی رائے لیں، ان سے مشورہ لیں کہ ہم بلوچستان کے معاملات کو کس طرح سلجھا سکتے ہیں؟ آپ جب تک کوئی لائحہ عمل طے نہیں کریں گے اور یہاں ذمہ دار لوگ نہیں بیٹھیں گے، میرے خیال میں صرف notes لینے سے بلوچستان کے حالات ٹھیک ہو نہیں سکتے۔ البتہ آج ایک بہت ضروری بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ بلوچستان میں ابھی تو بہت کم percentage ہے، جس کی وجہ سے آج ہم اتنے پریشان ہیں۔ آپ یقین کریں مجھے وہ وقت زیادہ دور نظر نہیں آرہا کہ جو لوگ مارے جا رہے ہیں، جن کے بچے اغوا ہو رہے ہیں، جن کو کسی بھی حوالے سے پریشان کیا جا رہا ہے، چونکہ آپ law and order کے مسئلے کو اپنا مسئلہ نہیں سمجھتے، آپ بلوچستان کے لوگوں کو لائسنس یافتہ اسلحہ اپنے ساتھ نہیں رکھنے دیتے تو پھر آخری option کیا ہو گا؟ آخری option یہی ہو گا کہ لوگ اپنا دفاع خود کریں گے۔ مجھے تو اس دن سے خوف آنے لگا ہے کہ جب لوگ اپنا دفاع خود کریں گے۔ وہ یہ بھی نہیں سوچیں گے کہ ہم کسی ایئر کنڈیشنڈ کمرے میں بیٹھے ہیں، ہم اچھی ہواؤں میں بیٹھے ہیں، ہم کسی اچھی بلڈنگ میں بیٹھے ہیں۔ میرے خیال میں لوگوں کو اپنی عزت بچانے کے لئے، لوگوں کو اپنے بچوں کی زندگی بچانے کے لئے خود اٹھنا پڑے گا ورنہ میں سمجھتا ہوں، وقت بیت جائے گا۔

ہماری حکومت عوامی حکومت ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی سے بلوچستان کے لوگ یہ امید رکھتے ہیں، بلوچستان کے لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ پیپلز پارٹی کی حکومت ان کے مسائل حل کرے۔ بھلے ہم نے "آغاز حقوق بلوچستان" کا پروگرام دیا، بھلے ہم نے این ایف سی ایوارڈ دیا لیکن آپ یہ بھی سوچیں کہ اس کے اثرات کیا ہیں۔ ہم نے وہاں پر جا کر کبھی یہ meeting بھی کی کہ " آغاز حقوق بلوچستان" سے بلوچستان کے کتنے لوگوں کو ہم نے نوکریاں دی ہیں۔ میرے خیال میں اس پر بلوچستان کا ہر شخص

پریشان ہے۔ میری آپ سے گزارش یہی ہے کہ یہاں پر ہمارا مقصد خالی سرخیاں لگوانا نہیں ہے۔ ہمارے دوستوں نے واک آؤٹ کیا۔ ہم ان کے جذبات کی قدر کرتے ہیں لیکن بغیر واک آؤٹ کئے، ہمیں چاہیے کہ ہم آپ سے گزارش کریں، حکومت سے گزارش کریں، political parties کے لیڈروں سے گزارش کریں کہ خدا کے لئے اب بلوچستان میں سیاسی دکانداری چمکانے کی بجائے بلوچستان اور پاکستان کو آپ بچائیں اور پاکستان کو آپ مضبوط کریں۔ اس کے لئے بہت ضروری ہے جناب چیئرمین، مناسب طریقہ بھی یہی ہے کہ آپ نے جو بات ابھی کی وہ دل کو لگتی ہے کہ آپ Prime Minister سے personally request کریں۔ یہ مسئلہ Interior Ministry or Interior Minister کا نہیں ہے۔ Minister یا Ministry والوں کے یہاں بیٹھ کر نوٹ لکھنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ ہمیں Prime Minister کی موجودگی میں سنجیدگی سے یہاں بیٹھ کر ہمارے Senators ہمارے بھائی جو انتہائی experienced لوگ ہیں وہ جو suggestions دیں، وہ ہم اکٹھی کریں اور پھر ہفتہ یا دس دن کے بعد ان کو اس ہاؤس میں discuss کریں اور پھر اس ہاؤس کو بتائیں کہ آپ نے اس discussion کے بعد کیا فیصلہ کیا ہے کہ بلوچستان کا مسئلہ کیسے حل ہو سکتا ہے۔

جس طرح کے حالات ہیں اور جس طرح ہم سوچ رہے ہیں، ہماری سوچ یہی ہے کہ ساری ذمہ داری کبھی بی ایل اے پر ڈالتے ہیں، کبھی طالبان پر ڈالتے ہیں، کبھی کسی اور پر ڈالتے ہیں۔ یہ سینیٹ ایوان بالا ہے۔ اس کا احترام ہونا چاہیے۔ یہاں پر وزیر جو خود سینیٹر ہیں اور وزیر بن گئے ہیں وہ یہاں پر بیٹھنا پسند نہیں کرتے۔ آج یہاں دو تین Ministers بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم ان کی قدر کرتے ہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں جناب چیئرمین! آپ سنجیدگی سے اس بات کا نوٹس لیں۔ بیوروکریسی یہاں پر سینیٹروں کو سننے کو تیار نہیں ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سینیٹر حضرات تو ایسے ہی آتے ہیں۔ ان کو آدھا ٹی اے، ڈی اے دے دیں اور گھر روانہ کردیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ سینیٹ میں آپ کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کے دفاتر ہیں۔ آپ ان کمروں میں جائیں، وہاں پر چودہ یا سولہ گریڈ کے ملازم کے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے۔ میں تو Senators پر حیران ہوتا ہوں کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ان offices میں جا کر یہ کس شان سے بیٹھتے ہیں۔ یہ تو بہت افسوس کی بات ہے۔ یہ ایوان بالا ہے۔ آپ دنیا میں کہیں بھی چلے جائیں میرے خیال میں نیشنل اسمبلی سے پہلے سینیٹ کی قدر ہوتی ہے، اس کی اپنی افادیت ہے۔

Mr. Chairman: Thank you Sardar *Sahib*.

سینیٹر سردار فتح محمد محمد حسنی: بہت مہربانی جناب چیئرمین۔ Thank you.

جناب چیئرمین: Thank you, جہانگیر بدر صاحب، Treasury Benches سے جو concern show کیا گیا due to the absence of the Interior Minister اور ان کے ایم او ایس بھی نہیں ہیں۔ ابھی آپ کی پارٹی کے سینیئر رہنماؤں نے بھی concerns show کیے۔ میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ honourable Senators جو واک آؤٹ کر کے گئے ہیں ، اسلام الدین شیخ صاحب اور آپ ان کے پاس تشریف لے کر جائیں اور ان کو منا کر ہاؤس میں لے کر آئیں اور ان کو ensure کریں کہ
somebody, particularly the Interior Minister and MoS and other officials would be present in the House.

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: جناب چیئرمین! بات یہ ہے کہ this is the responsibility and duty of the Minister to be in the House. یہ Leader of the House کا کام ہے to inform and to give a follow up. پانچ منٹ پہلے تک میرے آفس سے follow up ان کے office میں جا رہا ہے۔ اب اپنی ڈیوٹی پوری کرنے کے لئے he should be in the House.

Mr. Chairman: And convey it to the Prime Minister then. You represent the Prime Minister over here and you convey it to the Prime Minister.

Senator Muhammad Jahangir Bader: I give you my perception
on the both sides of the House کہ کیا ہونا چاہیے۔ ابھی جو آپ نے کہا ہے کہ ممبران یہ چاہ رہے ہیں کہ یہاں پر Prime Minister بھی ہو اور یہاں پر Interior Minister بھی ہو تا کہ بلوچستان کے issue کو in isolation for the consumption of the time discuss نہ کیا جائے. and they are right میں اس بات پر ان کے ساتھ ہوں کہ there should be some seriousness. اور میں تجویز کرتا ہوں اور آپ سے یہ کہتا ہوں کہ اس ہاؤس کی sanctity کے لئے بہت ضروری ہے کہ تمام وزراء یہاں پر آ کر اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور جو وزیر ہاؤس میں آ کر اپنی

ڈیوٹی نہیں دے گا اور اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرے گا تو میں سمجھوں گا کہ he is weakening the democratic system in Pakistan. یہ ضروری ہے یہاں پر اپوزیشن کا جو بھی حق ہے یا کسی اور کا democratic right in the House, he should be allowed to speak but at least, there should be some serious answer by the relevant person. میرے دوست وزراء جو نوٹس لے رہے ہیں، the opposition is not satisfied. Mr. Chairman! your own members are not satisfied.

میں آپ کو یہ suggest کروں گا کہ آپ بھی Prime Minister سے بات کریں اور میں بھی ان سے بات کرتا ہوں as early as possible. جس وقت بھی وہ فارغ ہوں for the discussion اس ہاؤس کی sanctity and honour کے لئے وہ خود بھی یہاں پر آئیں اور Interior Minister بھی آئیں۔ ہاؤس میں سارے ممبران آجائیں گے اور آپ نے خود یہاں پر جو discussion allow کی ہے resolution پر، جو یہاں پیش کی گئی ہے، اس کی بھی یہی sanctity ہو گی کہ اس ہاؤس میں اس کا properly جواب دینا this is the responsibility of the Government. میں اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہوں، آپ اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ Prime Minister must be listening to me, the Interior Minister must be listening to me. میری ان سے بھی یہی درخواست ہو گی کہ for the respect of everybody, the democracy, the Parliament, the sovereignty, they should come in the House and answer whatever is asked here. This is for the worth of democracy.

جناب چیئرمین: صغریٰ امام صاحبہ! آپ نے کس مسئلے پر بات کرنی ہے؟

Senator Syeda Sughra Imam: Thank you, Mr. Chairman. I will be speaking on another issue. If any other speaker is left regarding Balochistan?

جناب چیئرمین: آپ بات کر لیں پھر Leader of the House نے جو بات کہی ہے پھر I will respond to it. میں اس پر بات کروں گا۔

سینیٹر سیدہ صغریٰ امام: چلیں ٹھیک ہے۔

Thank you Mr. Chairman. I would just like to draw your attention and that of the House through you to an issue that I raised in yesterday's proceedings. Sir, as we all knows and as we have seen yesterday on the media, the Chief Election Commissioner has announced the printing of the electoral rolls. As I said in my statement yesterday on the floor that we support and endorse anything, any step, any measure that will strengthen the democratic process. For the first time in Pakistan's electoral history a new experiment has been introduced and that is that the computerized national identity cards have been made a requirement for voting rights. We welcome it. However, the formation of the electoral rolls the examination of the electoral rolls by Parliament, which is a key stakeholder in the electoral process, is absolutely necessary. Parliament is a key stakeholder in the democratic process. We believe that having better and improved electoral rolls and resolving of any other electoral issues that pertain to the elections are absolutely necessary because the transparent process, transparent electoral rolls will determine the basis of a free and fair election in which all political parties which are represented in the Parliament and outside the Parliament and other stakeholders will take part.

Sir, yesterday when I brought to your attention, for instance, that in my Province, in the Punjab, the deaths of all our citizens used to be registered at the union council level but, sir, after the devolution process of General Musharraf in the year 2000, the Local Government and their relationship with the Election Commission has become weak. As we know about a million or a million and a half Pakistanis pass away every year. However, their names are included in the electoral rolls.

جناب چیئرمین: صغریٰ امام صاحبہ! یہ issue تو آپ نے کل بھی raise کیا تھا۔

Would you want to proceed further?

سینیٹر سیدہ صغریٰ امام: جی، بالکل۔

Mr. Chairman: What is that?

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, I would like to present a motion. This is with regard to the consultative Committee that you announced yesterday. So, if I may be permitted sir, to move the motion.

جناب چیئرمین: جی، بالکل۔

Senator Syeda Sughra Imam: Sir, I beg to move that the consultative Committee announced by the Chairman Senate yesterday that is July 31 in the session to discuss election issues comprising Leader of the House, Leader of the Opposition, the Minister for Law and myself (Sughra Imam) be authorized to consider the formation of a Special Committee of the Senate to examine the election issues. I further move that in case the consultative Committee recommends the constitution of a Special Committee of the Senate on election issues, the Chairman Senate be authorized to nominate the members of the Committee who establish its terms of reference and notify the same.

Mr. Chairman: I put this before the House.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: The motion is carried unanimously. I will constitute the Committee in consultation with the Leader of the House and the Leader of the Opposition and also determine its terms of reference.

بدر صاحب! جیسا آپ نے کہا ہے کہ probably it is a sort of inability کیونکہ Interior Minister بھی نہیں ہیں، اپوزیشن بھی نہیں ہے اور Treasury Benches کے بھی concerns

So, I suspend the proceeding for 15 minutes and thereafter we ہیں۔
آ Ministers کہ will take up the proceeding, by that time look into it
Thank you. جائیں یا کوئی اور آجائیں۔

(اس دوران ہاؤس کی کارروائی 15 منٹ کے لیے ملتوی کی گئی)

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

(The House was then reassembled at 1:00 P.M. after a break with Mr. Chairman (Syed Nayyer Hussain Bokhari) in the Chair.

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

جناب چیئرمین: جی الیاس بلور صاحب۔

Senator Ilyas Ahmad Bilour: Thank you very much Mr. Chairman. I just want to put something about electricity because…….

جناب چیئرمین: گزارش یہ ہے بلور صاحب کہ principally یہ طے تھا کہ points of
order last half hour میں لیے جائیں گے۔ ابھی debate چل رہی تھی on law and
order situation in Balochistan اگر آپ اس پر بات کرنا چاہتے ہیں پھر تو میں آپ کو floor
دیتا ہوں but before that Interior Minister صاحب تشریف لے آئے ہیں۔

The only thing Rehman Malik *sahib* is that under the parliamentary practice, although if the Minister is preoccupied somewhere or the Minister of State is also preoccupied somewhere but the officials of the Ministry are supposed to be present in the galleries to take down the notes. I have been conveyed today by the Chief Whip, none from your Ministry was here, and nobody was here. Please ensure their presence in future otherwise we will have to pass some specific orders for that. Yes, Minister for Interior.

Senator A. Rehman Malik (Minister for Interior): Thank you Mr. Chairman, I fully appreciate what you have observed. My apologies from all my colleagues for me being not present here but let me tell you, Mr. Chairman, Ministry of Interior has got a very

limited staff, I am not justifying it, we had three meetings in the morning and today at 1 O' clock we are appearing before the sub-Committee of the Cabinet on Balochistan and most of the staff was busy but I have given categorical standing instructions that the section officer or the deputy secretary should be present here. When I came to know that he was not there, I have already placed him under suspension. Today the action which was supposed to be taken, I have already taken and second, all the parliamentary work or the matter related to the Parliament, I had given to the State Minister. Unfortunately, today he had to be away from the Capital. So, he could not come. So, I think there are certain human limitations and keeping that thing in view, I am also human being like you and my other colleagues and, therefore, I think

مجھے تھوڑی بہت grace دے دیا کریں۔ اگر آپ مجھے صبح چار بجے تک بھی کام کرتا دیکھتے ہیں تو مجھے اتنی تو grace دے دیا کریں کہ تھوڑا بہت walk out میرے لیے کم کر دیا کریں لیکن مجھے پتا ہے کہ مجھ پر walk out ہونے سے headlines ضرور لگتی ہیں، خبر ضرور لگتی ہے۔ لہذا مجھے اس میں تھوڑی سی relaxation دیں۔ ہاں! میں آپ کی اس observation کو seriously لیتا ہوں

and I will ensure it in future, an officer of the rank of deputy secretary shall be present here.

Mr. Chairman: That is good Malik *sahib*. We appreciate that.

لیکن گزارش یہ ہے کہ جن meetings کا ذکر کر رہے ہیں، ان کی اپنی importance ہے but Parliament is more important, I tell you. This House is more important اور اس کی جتنی بھی Standing Committees ہیں، they are subsequently subordinate to the Parliament itself. They are created by this Parliament. So, please ensure what you have stated right now. So, we appreciate that you have ensured this that they will be present in the future and we will be taking to the task every

Ministry, I tell you, that their officials, when their business is with the Senate, we like to have their presence in the galleries. Thank you very much. جی الیاس بلور صاحب۔

Senator Ilyas Ahmad Bilour: Sir, first of all, I highly appreciate your today's wording but I will request the honourable Minister also that he should not send less than a joint secretary because deputy secretary ranked people are not of that competence to take notes here. I request him to send at least a person of joint secretary level.

Mr. Chairman, let me tell you about Balochistan.

مجھے آج 16 سال ہوگئے ہیں اور ان سولہ سالوں میں کوئی سیشن نہیں گزرا جس میں ہم نے بلوچستان کے لیے رونا نہیں رویا اور ہم بلوچستان کے روتے ہی رہے ہیں اور روتے رہیں گے۔ میرے خیال میں کوئی بھی successive Government, ہو، جب میں پیپلز پارٹی کی حکومت میں تھا، جب میں نواز شریف کی حکومت میں تھا، پھر بعد میں دوبارہ نواز شریف کی حکومت آئی، پھر اس کے بعد جو یہ مولانا صاحبان کی حکومت تھی، مولانا مشرف صاحب کی جب حکومت تھی اس میں، میں نے 09 سال گزارے، جناب والا! ہر روز، ہر بار، ہر سیشن میں بلوچستان کے بارے میں تقاریر ہوتی رہی ہیں لیکن ابھی تک کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

اس حکومت کو آئے ہوئے بھی پانچ سال ہوگئے ہیں، پہلے تین سال تو میری پرانی term تھی لیکن میری اس نئی term میں پہلی مرتبہ بلوچستان پر discussion ہو رہی ہے اس لیے میں اس میں تھوڑے سے اپنے بھی inputs ڈالنا چاہتا ہوں۔ بلوچستان میں جو ہو رہا ہے، میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا کہ باہر کی طاقتیں کرا رہی ہیں۔ میں نے اس دن بھی ٹی وی پر یہ بات سنی، میں کہتا ہوں کہ باہر کے لوگ ہو سکتا ہے مجھے پیسے دے کر مجھ سے ہی کام کرا رہے ہوں لیکن باہر سے کوئی نہیں آیا اور اگر آیا ہے تو ان کو حکومت پکڑے اور ان کو پھانسی کی سزا دلوائے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اصل میں ہم لوگ خود اپنے ساتھ تباہی مچا رہے ہیں، بلوچستان میں جو حالات ہو رہے ہیں، طالبان آرہے ہیں، ادھر سے دوسرے لوگ بھی آرہے ہیں اور ہمارے جو چند بلوچ لوگ ہیں وہ بغاوت کر کے باہر بیٹھے ہوئے ہیں، کوئی لندن میں بیٹھا ہوا ہے، کوئی جنیوا میں بیٹھا ہوا ہے، کوئی امریکہ میں بیٹھا ہوا ہے، ان سب چیزوں کو دیکھتے

ہوئے جناب والا! اگر آپ بلوچستان کو دیکھیں تو بھٹو مرحوم، اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب کرے، بھٹو شہید صاحب کے وقت میں بھی جو ہماری -----

(مداخلت)

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! میں نے صرف مشرف کو مولانا مشرف کہا ہے، میں نے کوئی بری یا غلط بات نہیں کی۔

(مداخلت)

سینیٹر الیاس احمد بلور: مولانا مشرف میں آج بھی کہتا ہوں، پھر بھی کہوں گا کیونکہ 17 ویں ترمیم پر دستخط کرنے والے MMA کے لوگ تھے۔ ہم نہیں تھے، ہم اس وقت Opposition میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مشرف کے ساتھ 17 ویں ترمیم پر دستخط میں نے نہیں کیے تھے، پیپلز پارٹی نے نہیں کیے تھے، ن لیگ نے نہیں کیے تھے لیکن MMA نے کیے تھے اور اس لیے میں کہتا ہوں کہ وہ مولانا مشرف ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر الیاس احمد بلور: ہاں ہاں باچا خان اپنے علاقے میں دفن ہیں۔ وہ پختونخوا کا جنوبی علاقہ ہے۔ ہم نے باچا خان کو کوئی انڈیا میں تو دفن نہیں کیا، ہم نے تو ان کو جلال آباد میں دفن کیا ہے۔ یہ کون سی ایسی بری بات ہے۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Bilour sahib, please come to the point.

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بلوچستان میں جو حالات ہیں 1970 سے، جو لوگ پہاڑوں پر گئے تھے، اتنی killings ہوئیں، اس سے پہلے مولانا شیرانی صاحب نے جو ساری تفصیل بتائی پاکستان بننے کی، وہ میں دہرانا نہیں چاہتا۔ وہ سب کچھ میرے علم میں ہے، جب لوگ پہاڑوں پر گئے، لڑائیاں ہوئیں، کتنے لوگ قتل ہوئے، بہت سے لوگ قتل ہوئے، پھر اس کے بعد جب کچھ امن آیا، میں آپ سے چھوٹی سی دو باتیں کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری حکومت یعنی بلوچستان میں NAP اور JUI کی حکومت بڑے limited time کے لیے تھی اور انہوں نے اس limited time میں وہاں میڈیکل کالج اور یونیورسٹی بھی بنائی۔ پہلا میڈیکل کالج اور پہلی یونیورسٹی NAP اور JUI کی

حکومت نے وہاں بنائی۔اس سے پہلے نہیں تھا۔ جناب، میں آپ کو عرض کرنا چاہتا ہوں اس کے بعد ہمیں وہاں سے نکالا گیا۔خیر وہاں پر جس طرح کے حالات ہوئے۔ بگٹی صاحب وہاں اسمبلی میں جمہوریت دکھاتے تھے۔انہوں نے تین بجٹ TV پراور پریس کانفرنس میں پیش کر دیے کیونکہ وہ اسمبلی بھی نہیں بلاسکتے تھے۔اس کے بعد اسی شخص کو جس نے اس حکومت کی وفاداری کی، بگٹی صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ زیادتیاں بھی کیں اور سب کچھ کیا لیکن اس کے باوجود پاکستان کی جو establishment ہے اس نے آکر بگٹی صاحب کو مار دیا اور آخر میں یہ الفاظ مشرف صاحب نے کہے تھے کہ یہ وہ 70ء نہیں ہے یہ 2005 اور 2007 ہے تم جس غار میں چھپے ہوئے ہوگے ہم اس غار میں جا کر تمہیں ماریں گےاور وہی ہوا کہ اس کو اس غار میں جا کر شہید کیا گیا۔میں نہیں سمجھتا کہ ایک شخص نواب ابن نواب Aitcheson، کا پڑھا ہوا، آکسفورڈ کا پڑھا ہوا تھا اسے جنرل مشرف جو مشکل سے F.A یا B.A کرکے آیا ہوا تھا جس کے باپ دادا کا بھی پورا پتا نہیں ہے کہ وہ دہلی سے کس جگہ سے آیا تھا۔ جب اس کی حکومت یہاں پر تھی اس وقت بھی ہم یہ بات کہتے تھے۔وہ اتنے بڑے نواب ابن نواب کو اتنی بڑی بات کہتا ہے حالانکہ اس شخص نے اپنا علاقہ بھی چھوڑ دیا تھا۔ وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر کوہلو کی ایک غار میں رہ رہا تھا۔ ایک نواب ابن نواب کے ساتھ اس سے بڑی زیادتی کیا ہوسکتی ہے جس نے اپنا علاقہ ان کے تشدد کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ان کا خیال تھا کہ یہ اسے مار دیں گے۔وہ اپنا علاقہ چھوڑ کر چلے گئے اور کوہلو میں جا کر ایک غار میں پناہ لی اور انہوں نے اس غار میں جا کر انہیں تشدد اور گولیوں کا نشانہ بنایا۔ بلوچستان والے اتنا کچھ ہونے کے بعد آپ کے ساتھ کس چیز پر اتحاد کریں گے اور آپ کے ساتھ کیسا سلوک کریں گے۔جب تک practically کوئی چیز سامنے نہیں آئے گی۔ میں موجودہ گورنمنٹ کا اتحادی اور coalition partner بھی ہوں، میں کہتا ہوں جب تک ان کی طرف سے کوئی exact چیز سامنے نہیں آئے گی آگے بڑھنا مشکل نظر آتا ہے۔ حالانکہ اس پر زرداری صاحب نے معافی بھی مانگی اور سارا کچھ کیا لیکن on ground کچھ نہیں ہوا۔آج بھی بلوچستان میں اسی طرح killing ہورہی ہے جس طرح کراچی میں target killing ہورہی ہے۔ہزارے والوں کو مارا جارہا ہے، کیوں مارا جارہا ہے، ہزارہ والے بھی مسلمان ہیں۔ میں مسلمان ہوں تو وہ بھی مسلمان ہیں، کیوں مارا جارہا ہے؟ ہزارے والوں کو ہزاروں کی تعداد میں مارا گیا ہے۔ بلوچستان میں پنجابیوں کو مارا گیا ہے، پٹھانوں کو مارا گیا ہے، ہزارے والوں کو مارا گیا ہے۔کیوں مارا جاتا ہے؟ ان کو روزانہ مارا جاتا ہے لیکن IG,FC کہتا ہے کہ مجھے پتا نہیں ہے۔چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ اگر IG F.C چاہے تو ایک دن میں وہ ساری killing ختم کرسکتا ہے۔آج

جس طریقے سے killing ہو رہی ہے۔ جس طریقے سے بلوچ لیڈر مارے جا رہے ہیں، جس طرح ہماری پارٹی کے وہ بلوچ جو اس وقت ہماری نیپ میں تھے جو جوان شاعر اور جوان لوگ تھے ان بے چاروں کو شہید کیا گیا ہے۔ جناب! ہم کن کن کا نام لیں، ان کو شہید کیا گیا اور کس لیے کیا گیا؟ جناب! میں سمجھتا ہوں کہ جب تک actively اس کے اوپر کوئی کام نہیں ہوگا، بلوچستان کا مسئلہ ایسے حل نہیں ہوسکتا۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی، لیڈر آف دی ہاؤس آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: جناب چیئرمین! AGPR کا ایک مسئلہ ہے۔ اس وقت فنانس منسٹر صاحب کی پرائم منسٹر صاحب کے ساتھ meeting ہو رہی ہے انہوں نے آنا تھا لیکن وہ آئے نہیں ہیں۔ ان کی جانب سے مجھے جو بتایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آج سے انشاءاللہ تنخواہیں release ہو جائیں گی اور کل سے ملنا شروع ہو جائیں گی۔ ان کے کچھ issues ہیں۔ Issues are between the union اور انتظامیہ جو کہ various نوعیت کے ہیں۔ اس پر انہوں نے ڈاکٹر عشرت ایک کمیشن بنایا ہے جو اگلے ہفتے میں ان سے بات چیت کرکے جو بھی remedial measures ہیں ان پر وہ اپنی recommendations دیں گے اور اس پر دیکھ لیں گے کہ ان کی طرف سے کیا recommendations آتی ہیں اور یہ ہاؤس کس طرح ان کی help کر سکتا ہے تاکہ یہ grievances ختم ہوں اور وہاں کی smooth working اور streamline ہو۔ جناب! یہ latest situation ہے اور hopefully by tomorrow انشاءاللہ تنخواہ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: شکریہ، حافظ صاحب کیا آپ بلوچستان issue پر آج بات کرنا چاہتے ہیں؟

سینیٹر حافظ حمد اللہ: اگر time ہے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ پھر کل۔

جناب چیئرمین: آپ بالکل کرلیں، time تو ہے۔ حافظ حمد اللہ صاحب۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بلوچستان کے مسئلے پر بحث کے لیے دو دن دیے تاکہ اس پر ارکین پارلیمنٹ سیر حاصل بحث کر سکیں۔ اس کے بعد آپ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آپ نے کہا کہ سب سے بالادست اور سپریم ادارہ پارلیمنٹ ہے اور یہ ایوان بالا بھی ہے۔ کوئی منسٹر یا کوئی صاحب

حیثیت آدمی اس سے اوپر نہیں ہے۔ تیسری بات میں یہ کرتا ہوں کہ بلوچستان کے حوالے سے حال ہی میں جناب نوید قمر کی سر براہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی ہے۔ اس میں چند اور وزراء شامل ہیں۔ اس ایوان میں اس کمیٹی کے اراکین کی موجودگی بھی ضروری تھی۔ اگر تمام منسٹرز، تمام کمیٹی کے اراکین نہیں آسکتے تو کم از کم جناب نوید قمر کا یہاں ہونا ضروری تھا۔ اس لیے کہ وزیر اعظم کی سر براہی میں کابینہ نے ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی جسے sub-Committee کہا جاتا ہے، وہ اسی ایشو کے لیے ہے، لہٰذا اس کی ذمے داری بنتی ہے کہ یہاں بیٹھ کر اراکین پارلیمنٹ کی تجاویز، ان کی سفارشات اور بلوچستان کی صورت حال نوٹ کرے۔ جناب چیئرمین! میں بلوچستان کے مسئلے پر آپ کی توجہ بھی چاہتا ہوں، جہانگیر بدر صاحب کی توجہ بھی چاہتا ہوں اور وزیر داخلہ رحمٰن ملک صاحب کی توجہ بھی چاہتا ہوں۔ رحمٰن ملک صاحب کو ہم نے اس لیے نہیں بلایا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ میرے خلاف بولنے سے ہیڈ لائن تو بنتی ہے، پتا نہیں اس کا کوئی ثمر یا نتیجہ ہوتا ہے یا نہیں۔ ہم ہیڈ لائن کے لیے ادھر نہیں آئے ہیں۔ میں آپ سے حلفاً اور قسم سے کہتا ہوں کہ ہم دل سے، خلوص نیت سے بلوچستان کے مسئلے پر بولنا چاہتے ہیں اور ذمے دار دوستوں سے بھی یہی توقع ہے کہ وہ ہماری باتیں سنجیدگی سے لیں گے اور تمام اراکین پارلیمنٹ سنیں گے۔ ہیڈ لائن وہ بناتے ہیں جو اقتدار سے فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں۔ پاکستان کو الوداع کہتے ہیں۔ میں پانچ باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ان میں سے ایک ایک پر بات کروں گا۔ سب سے پہلے بلوچستان کے معدنی وسائل ہیں۔ نمبر ۲ بلوچستان کی جغرافیائی نوعیت، نمبر ۳ بلوچستان کی مخدوش صورت حال اور اس کا پس منظر، نمبر ۴ بلوچستان کے مسائل اور اس کے احساس محرومی کو دور کرنے کے حوالے سے حکمرانوں کی کاوشیں، نمبر ۵ موجودہ صورت حال میں انہیں حل کرنے کے لیے تجاویز۔ بلوچستان کے معدنی وسائل ایک ایک کرکے آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور ان کا ذکر مختصراً کرتا ہوں۔ نمبر ایک۔ بلوچستان میں سندھ کے بعد پورے ملک میں گیس کا دوسرا بڑا ذخیرہ جو سوئی میں موجود ہے اور پورے ملک کو گیس فراہم کرتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ملک کا دوسرا بڑا ذخیرہ ہے۔ پورے پاکستان اور ملک کے بیشتر علاقوں کو یہاں سے گیس فراہم کی جاتی ہے۔ نمبر ۲ بلوچستان میں سینڈک کے مقام پر تانبے کا ذخیرہ موجود ہے۔ نمبر ۳ چاغی میں تانبے اور سونے کا ذخیرہ ہے جو ریکوڈک کے مقام پر دریافت ہوا ہے۔ ایک اعداد و شمار کے مطابق بارہ اعشاریہ تیس ملین ٹن تانبہ اور بیس اعشاریہ نو اونس سونا وہاں سے نکالا جاتا ہے۔ اس میں بلوچستان کا کتنا حصہ ہے؟ اس میں سے بین الاقوامی کمپنیاں، جو اس میں حصہ ڈال رہی ہیں، وہ کتنا لے رہی ہیں؟ اور وفاق کو

کتنا مل رہا ہے؟ اس طرح بلوچستان کے شمال میں بھی بے تحاشا کوئلہ ہے۔ قلعہ سیف اللہ، مسلم باغ اور لورا لائی میں معدنیات کے ذخائر ہیں۔ ہرنائی اور زیارت کے آس پاس کوئلہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بلوچستان میں پانچ بندرگاہیں ہیں۔ بلوچستان کا ساحلی علاقہ سات سو باون کلومیٹر پر مشتمل ہے اور وہاں پانچ بندرگاہیں ہیں: گوادر، پسنی، اورماڑہ، جیونی اور سومیانی۔ اس حوالے سے اگر آپ دیکھیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلوچستان معدنیات کا وہ خطہ ہے جہاں معدنی ذخائر تیل، گیس، تانبے اور سونے سے لے کر کوئلہ تک تمام ذخائر وافر موجود ہیں جس سے ہماری معیشت بہتر ہو سکتی ہے۔ یہ تھی بلوچستان کے معدنی وسائل کے حوالے سے اس کی حیثیت۔ نمبر ۲ بلوچستان کی جغرافیائی حیثیت۔ مجھ سے زیادہ آپ دوستوں اور تمام اراکین پارلیمنٹ کو معلوم ہے کہ اس کی جغرافیائی حیثیت کیا ہے۔ بلوچستان کے شمال میں افغانستان ہے۔ اس کے جنوب میں بحیرہ عرب ہے۔ اس کے مغرب میں ایران ہے۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بلوچستان کی جغرافیائی حیثیت یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ، جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور بحر ہند کے قریب ہے۔ جب اس کی جغرافیائی حیثیت یہ ہے تو میں یہ بھی ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ بین الاقوامی قوتوں کا اس میں مفاد کیا ہے۔ بین الاقوامی قوتیں، ایک وہ ہیں جن کا سرغنہ امریکہ ہے۔ ایک وہ ہے جو ابھی افق پر ابھر رہی ہے، معاشی میدان میں آسمان کو چھو رہی ہے اور سپر طاقت ہونے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ وہ ہے چین۔ یہ دو قوتیں ہیں۔ ایک طرف بلوچستان کی معدنیات، دوسری طرف بلوچستان کی پانچ بندرگاہیں، تیسری طرف، ان کی جغرافیائی حیثیت کہ ایک طرف افغانستان ہے، ایک طرف ایران ہے اور ایک طرف بحیرہ عرب ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو بحیرہ عرب، مشرق وسطیٰ، وسطی ایشیا اور بحر ہند کے قریب ہے۔ اس میں لامحالہ بین الاقوامی قوتوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ امریکہ بلوچستان کو اس نگاہ سے دیکھتا ہے کہ یہ وہ علاقہ ہے، یہ وہ strategical area ہے، یہ وہ strategical مقام ہے، جہاں اس کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ یہاں سے اس نے ایران کو بھی کنٹرول کرنا ہے، یہاں سے اس نے افغانستان کو بھی کنٹرول کرنا ہے، یہاں سے اس نے پاکستان کو بھی کنٹرول کرنا ہے۔ ان سب کو گھیرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کی ترجیحات میں یہ بھی ہے کہ سینٹرل ایشیا، جنوبی ایشیا اور مشرق وسطیٰ پر اگر وہ بالادستی قائم کرنا چاہتا ہے تو اس کا گوادر میں ہونا ضروری ہے، بلوچستان میں ہونا ضروری ہے۔ امریکہ کی ترجیحات یہ ہیں کہ اس نے اس خطے میں رہ کر ایران، افغانستان، پاکستان کے گرد گھیرا ڈالنا ہے اور مشرق وسطیٰ، جنوبی ایشیا اور وسطی ایشیا پر اپنا کنٹرول قائم کرنا ہے۔ یہ امریکہ کی ترجیحات ہیں تو وہ بلوچستان کو مستحکم دیکھنا چاہے گا یا غیر مستحکم دیکھنا چاہے گا؟ میری دانست کے

مطابق وہ بلوچستان کو مستحکم نہیں بلکہ غیر مستحکم دیکھنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف چین ہے۔ چین نے گوادر بنایا۔ گوادر میں اس نے اربوں روپے لگائے ہیں، اربوں ڈالر انہوں نے خرچ کیے ہیں۔ اس کی ترجیح یہ ہے اور وہ گوادر اور بلوچستان کو اس نگاہ سے دیکھتا ہے کہ یہ وہ علاقہ ہے جو اس کی معاشی ترقی کا ضامن ہے۔ بلوچستان وہ علاقہ ہے کہ چین جسے سامان کی رسد کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔ لہذا امریکہ اور چین میں فرق یہ ہوا کہ امریکہ اس خطے کو سیکورٹی زون بنانا چاہتا ہے تا کہ وہ ایران، افغانستان، پاکستان، جنوبی ایشیا، مشرق وسطیٰ اور وسطی ایشیا کو سیکورٹی کے حوالے سے بھی کنٹرول کر سکے، ان کی معیشت پر بھی قبضہ کر سکے اور بالخصوص چین کا راستہ روکے۔ اس پس منظر میں امریکہ کی کوشش یہ ہے۔ پوری دنیا میں اس نے ایک جنگ شروع کی ہے۔ بڑے ملکوں کو انہوں نے تقسیم کرنا ہے۔ بڑے ملکوں کو انہوں نے توڑنا ہے اور اسلامی دنیا کے ستاون ممالک میں پاکستان واحد ملک ہے جو ایٹمی قوت ہے۔ اس کا ایٹمی قوت ہونا اس کی آنکھ میں کھٹکتا ہے۔ اس سے برداشت نہیں ہوتا۔ اگر اس نے اس خطے میں پورے ریجن، جنوبی ایشیا، سینٹرل ایشیا، ایران، فلاں فلاں سب کے لیے کنٹرول رکھنا ہے تو پھر وہ پاکستان، بلوچستان کو غیر مستحکم کرے گا۔ یہ اس کے اہداف و ترجیحات میں شامل ہے۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بلوچستان وہ علاقہ ہے، جغرافیائی حوالے سے وہ خطہ ہے کہ جو مشرق و مغرب کے درمیان تجارتی گزرگاہ ہے۔ ایران گیس پائپ لائن یہاں سے گزرتی ہے۔ اسی طرح ترکمانستان، افغانستان، پاکستان انڈیا گیس پائپ لائن کا راستہ بھی یہاں سے گزرتا ہے۔ اس کے علاوہ نئی شاہراہ ریشم کا راستہ بھی یہاں سے گزرتا ہے تو پھر ان عالمی قوتوں کی ترجیحات کیا ہونی چاہیئیں۔

جناب چیئرمین: حافظ صاحب conclude کر لیں۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: چار مہینے میں ایک مرتبہ آپ نے موقع دیا ہے۔

جناب چیئرمین: گزارش یہ ہے کہ ہر سپیکر کے لیے اصول طے ہے کہ دس منٹ ملیں گے۔ آپ کے تیرہ منٹ ہو چکے ہیں۔ اور بھی بہت سے سپیکر ہیں۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: پھر میں تو چھوڑ دوں گا۔ استعفیٰ دے دوں گا۔

جناب چیئرمین: اور بہت سے سپیکرز کو بھی موقع دینا ہے۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: میرے دو ساتھی مجھے اپنا وقت دے رہے ہیں۔ اس طرح بیس منٹ کا اور اضافہ ہو گیا۔ میرا آدھ گھنٹہ بن گیا۔

جناب چیئرمین: اس طرح سلسلہ نہیں چل سکے گا۔ اگر کل چودہ ممبران کہیں کہ ہماری طرف سے راجہ صاحب ہی بولیں گے تو پھر آپ دیکھ لیں کہ کیا صورت حال پیدا ہو جائے گی۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ایک ضابطے کے مطابق آپ نے یہ طے کیا ہوا ہے۔ رولز میں یہ بات ہے۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا۔ ابھی توجہ دلاؤ نوٹس بھی ہے۔ اس کو بھی ہم نے لینا ہے۔ آپ وائنڈ اپ کر لیں۔ ورنہ باقی آپ کل کر لیں۔ پھر ہم باقی بزنس لے لیتے ہیں۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: جناب چیئرمین! بجٹ کی تقریر میں بھی مجھے موقع نہیں ملا۔ صدر کی تقریر پر بھی مجھے تقریر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ میں امریکہ پر زیادہ بولتا ہوں، شاید آپ لوگوں کو اس پر دکھ ہوتا ہے یا کیا مشکل ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کے بولنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہاؤس کے باہر بولیں، کسی کے خلاف بولیں، کسی کے حق میں بولیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: لیکن دو قوتوں کے خلاف آپ نہیں بول سکتے۔ ایک جنرل کے خلاف، ایک جج کے خلاف نہیں بول سکتے۔ اگر آپ جنرل کے خلاف بولے تو غدار ہوں گے، اگر جج کے خلاف بولے تو توہین عدالت کے مرتکب ہوں گے۔ یہ آئین میں ہے لیکن ہم اس پر بھی بولیں گے۔ ہم generals, establishment and judges پر بھی بولیں گے۔ نواب اسلم رئیسانی کہتے ہیں کہ degree, degree ہوتی ہے جعلی ہو یا اصلی ہو لہذا PCO, PCO ہوتا ہے، پرانا ہو یا نیا ہو، ہم اس پر بھی بولیں گے۔

بات یہ ہے کہ بلوچستان وہ خطہ ہے جس کو ہم ایک تجارتی گزرگاہ کہہ سکتے ہیں۔ ایران gas pipeline یہاں سے گزرتی ہے، ترکمانستان، افغانستان، پاکستان، انڈیا کی gas pipeline کی گزرگاہ یہاں ہے۔ نئی شاہراہ ریشم کا راستہ یہاں سے ہے۔ جب چین یہاں پر investment اور تجارت کرنا چاہتا ہے، وہ super power بننے کی طرف بڑھ رہا ہے تو امریکہ اس کے لیے رکاوٹ پیدا کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں وہ سب سے پہلے یہ کوشش کر رہا ہے کہ یہاں پر ایسی صورت حال پیدا کرے کہ بلوچستان کا خطہ غیر مستحکم اور انتشار کا شکار ہو۔ آپ کے ملک اور بلوچستان کے حوالے سے جب بین الاقوامی قوتوں کا

یہ ارادہ ہو تو نظر ڈالیں کہ ہماری internal policies کیا ہیں۔ بلوچستان کے حوالے سے ہماری policies کیا ہیں۔

آپ 1948 سے شروع کریں، 59-1958 کے بعد 1975 ,1974 ,1973 میں جب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی حکومت تھی، اس کے بعد پھر جنرل مشرف کا دور تھا، آپ وہاں سے شروع کریں کہ بلوچستان کے ساتھ کیا ہوا۔ 1948 میں شہزادہ عبدالکریم ان حکمرانوں کے رویے کی وجہ سے پہاڑوں پر چلے گئے۔ اس وقت ریاست قلات کے وزیر خارجہ Douglas I. Fell ان کے پاس گئے کہ ہم آپ کے تمام مطالبات تسلیم کرتے ہیں، آپ ہتھیار ڈال دیں۔ جب انہوں نے ہتھیار ڈال دیے تو ان کو سزا ہوئی اور جیل جانا پڑا۔ اس پر ریاست قلات کے وزیر خارجہ نے قائداعظم کو فون کیا کہ میں نے شہزادہ عبدالکریم سے اس ضمانت پر ہتھیار ڈلوائے تھے کہ ان کے تمام مطالبات تسلیم کریں گے اور ان کو سزا نہیں ہو گی۔ ان کی بات نہیں سنی گئی اور وہ استعفیٰ دے کر برطانیہ چلے گئے۔

اس کے بعد 59-1958 میں جب ایوب خان کی حکومت تھی، نواب نوروز خان انہی حکمرانوں کے منفی رویے کی وجہ سے پہاڑوں پر چلے گئے اور ریاست کے خلاف اسلحہ اٹھایا۔ پھر حکمران ان کے پاس گئے، قرآن پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ آپ کے مطالبات بھی تسلیم کریں گے اور آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو گی۔ نواب نوروز خان سے قرآن پر ہاتھ رکھ کر ہتھیار ڈلوائے لیکن پھر بھی ان کو سزا دی گئی۔ وہاں پر جو احساس محرومی بڑھ رہا ہے، وہ تو یہاں سے شروع ہوا تھا۔ Reforms Committee کے نام سے 1950 اور 1954 میں Committees بنائی گئیں، غالباً یہ لیاقت علی خان کا زمانہ تھا لیکن ان Committees کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اس کے بعد یہ ہوا کہ بلوچستان میں سردار عطا اللہ خان مینگل کی حکومت تھی، یہ JUI اور NAP کی مشترکہ حکومت تھی، خیبر پختونخوا میں جمعیت علمائے اسلام کی حکومت تھی اور مفتی محمودؒ وزیر اعلیٰ تھے۔ اس وقت مرکز کی پیپلز پارٹی کی حکومت نے سردار عطا اللہ خان مینگل کی حکومت کو برخاست کر دیا جس کے reaction میں مفتی محمودؒ نے خیبر پختونخوا کی حکومت سے استعفیٰ دے دیا۔ یہ اس وقت بلوچستان کے ساتھ ہوا اور اس وقت بھی لوگ پہاڑوں پر چلے گئے۔

2004 میں نواب اکبر خان بگٹی کا مسئلہ آیا، اس کو سنجیدگی سے نہیں لیا گیا حالانکہ 2002 کے elections میں جب میں MPA منتخب ہوا، اس وقت بلوچستان میں MMA کا حکومت میں اشتراک تھا۔ نواب اکبر خان بگٹی کی جمہوری وطن پارٹی کے اراکین ہمارے ساتھ اسمبلی میں بیٹھے تھے، ہمارے ساتھ اسمبلی میں اور بھی مختلف nationalist parties موجود تھیں۔ نواب اکبر خان بگٹی کے خلاف

operation جاری تھا لیکن نواب اکبر بگٹی نے اپنے اراکین اسمبلی کو استعفیٰ دے کر پہاڑوں پر جانے کے لیے نہیں کہا۔ اس وقت بھی ان کا آئین، جمہوریت اور Parliament پر یقین تھا۔ اس کے باوجود جنرل مشرف نے یہ کہا کہ میں نواب کو وہاں سے hit کروں گا کہ اس کو پتا بھی نہیں چلے گا۔ آج کہتے ہیں کہ ہم نے نہیں کیا تھا۔ ان کے ساتھ یہ ہوا اور آج بلوچستان کی یہ صورت حال آپ کے سامنے ہے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ معدنی وسائل، جغرافیائی نوعیت، بین الاقوامی قوتوں کے ارادے اور بلوچستان میں 1948 سے آج تک کی صورت حال کے بنیادی اسباب اور عوامل کیا ہیں، کس وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلام آباد اور راولپنڈی کے حکمرانوں کی وجہ سے ہوا ہے کیونکہ اس ملک میں پچھلے 65 سال میں حکمرانی GHQ یا سیاسی leadership نے کی ہے۔ 65 سال بلوچستان کے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے کہ جو بھی جمہوری یا غیر جمہوری یا dictator کی حکومت آئی ہے، اس میں یہ ہوا ہے۔ Practically and technically بلوچستان میں law and order maintain کرنا، اس کی صورت حال کو ٹھیک کرنا بلوچستان حکومت کی ذمہ داری ہے لیکن تجربے سے ثابت ہے کہ بلوچستان میں اکثر ہماری establishment, intelligence agencies اور جرنیلوں نے مداخلت کی جس وجہ سے صورت حال خراب ہوئی۔ کیوں؟ شہزادہ عبدالکریم کے ساتھ جو کچھ ہوا، یہ جمہوری حکومت نے نہیں کیا۔ نواب نوروز خان کے ساتھ جو کچھ ہوا، جمہوری حکومت نے نہیں کیا۔ اسی طرح نواب اکبر خان بگٹی کے ساتھ جو کچھ ہوا، یہ جنرل مشرف نے کیا، جمہوری حکومت نے نہیں کیا۔

آج بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، لوگ کہتے ہیں کہ بلوچستان کی حکومت ذمہ دار ہے۔ آپ نواب ذوالفقار مگسی جو صدر صاحب کا مقرر کیا ہوا گورنر ہے، ان کے بیانات دیکھیں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام آباد کی حکومت کا بلوچستان کے ساتھ رویہ ٹھیک نہیں منفی ہے۔ یہ گورنر محترم صدر صاحب نے بٹھایا ہے۔ آپ وزیر اعلیٰ نواب اسلم رئیسانی کے بیانات پڑھیں، وہ کہتے ہیں کہ اسلام آباد کا بلوچستان کے ساتھ رویہ ٹھیک نہیں ہے۔ Practically بلوچستان کے مسئلے کو ہمیشہ سیاسی اور جمہوری حکومت کی بجائے GHQ اور جرنیلوں نے take up کیا ہے لہذا مسائل مزید بڑھ گئے اور آج وہاں آزاد بلوچستان کے نعرے لگ رہے ہیں جن کو ہم سنجیدگی سے نہیں لے رہے، مشرقی پاکستان میں بھی یہی کچھ ہو رہا تھا جب ہم نے بنگالیوں کو اور مجیب کو غدار کہا تھا۔ جن لوگوں نے مجیب اور بنگالیوں کے خلاف لکھا تھا، بعد میں تجزیہ نگاروں اور دانشوروں نے کہا کہ مشرقی پاکستان والے مجیب اور بنگالی غدار نہیں تھے۔ اصل قصور اور جرم مغربی پاکستان والوں کا تھا۔ آج یہی کچھ بلوچستان میں ہو رہا ہے کہ نوابوں

کو غدار کہا جا رہا ہے۔ بلوچستان کے رہنے والوں کو پاکستان کے دشمن کہا جاتا ہے لیکن مسئلہ ہمیشہ جرنیلوں نے خراب کیا ہے۔ آج وہاں پر بلوچ، پشتون، پنجابی آباد کار محفوظ نہیں ہیں، چھ سو پنجابیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا ہے اور ہزاروں زخمی ہو چکے ہیں لیکن کس نے اس سلسلے میں آواز اٹھائی؟ کیا رحمٰن ملک نے کبھی یہ کوشش کی، یہ ذمہ داری ادا کی کہ کوئٹہ آ کر بیٹھ جاتے؟ کیا صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب نے یہ ذمہ داری ادا کی؟ نہیں۔

اگر آپ اس مسئلے کو معافی سے حل کرنا چاہتے ہیں تو معافی تو مشرف نے بھی مانگی لیکن مسئلہ حل نہیں بلکہ مزید گھمبیر ہوا۔ معافی صدر زرداری صاحب نے بھی مانگی، مسئلہ حل نہیں ہوا۔ معافی تو یوسف رضا گیلانی صاحب نے بھی مانگی، کچھ نہیں ہوا۔ معافی تو پرویز اشرف صاحب نے بھی مانگی، کچھ نہیں ہو رہا۔ اب تک بننے والی Committees جو خورشید شاہ، رضا ربانی، فاروق نائیک اور نوید قمر کی سربراہی میں بنیں، ان Committees سے کچھ نہیں ہوا۔ ان Committees کے احساس ذمہ داری کا حال یہ ہے کہ آج سب کہہ رہے ہیں کہ بلوچستان جل رہا ہے لیکن ان Committees کے اراکین میں سے ایک بھی رکن یہاں ایوان میں موجود نہیں ہے۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ بلوچستان کے مسئلے سے ہمیں کتنی دلچسپی ہے۔ رات کو کمیٹی کی meeting ہوئی، آپ اس کی statement پڑھیں، انہوں نے کیا statement جاری کی۔ میں آپ کو ایک اور بات بتا دوں، ابھی recently on 8th or 9th June Supreme Court نے بلوچستان کے بارے میں ایک statement جاری کی کہ وزیر اعظم یوسف گیلانی صاحب بلوچستان کے مسئلے کو سنجیدگی سے لیں۔ گیلانی صاحب نے meeting call کی، meeting call کرنے کے بعد ایک کمیٹی بنائی، آپ یہ دیکھیں کہ کمیٹی کس کی سربراہی میں بنائی، بلوچستان کے مسئلے کے حل کے لیے Additional IG Punjab کی سربراہی میں کمیٹی بنائی گئی جن کی retirement کے تین مہینے باقی تھے، بلوچستان میں بیٹھ کر ان کی سربراہی میں کمیٹی بن رہی ہے۔ مجھے بلایا گیا، اس میں سیکرٹری، DIG FC, ISI کے کرنل، MI کے کرنل، پشتونخواہ ملی عوامی پارٹی کے لوگ تھے اور سردار اختر جان مینگل کی پارٹی کی نمائندگی اور کچھ وکلا تھے۔ سب سے پہلے ان سے یہ پوچھا کہ آپ یہاں پر آئے ہیں، آپ کا یہاں پر آنا بے معنی ہے، اس کمیٹی کی تشکیل سے یہ لگتا ہے کہ اسلام آباد کی حکومت بلوچستان کے مسئلے کو سنجیدگی سے نہیں لے رہی۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ مسئلہ کس نے خراب کیا ہے، جنرل مشرف نے خراب کیا ہے، اس نے خراب کیا ہے جس کا تعلق GHQ سے تھا، مدرسے سے نہیں تھا، بلوچستان کے مسئلے کو کس نے خراب کیا، جنرل ایوب نے خراب کیا،

اس کا تعلق بھیGHQ سے تھا، اس کا تعلق مدرسے سے نہیں تھا، کسی سیاسی گھرانے سے نہیں تھا، بلوچستان کا مسئلہ کس نے خراب کیا، establishment نے خراب کیا۔ لہذا، جس نے خراب کیا، وہی مسئلے کو ٹھیک کرا سکتا ہے، یہ فاروق نائیک کے بس کی بات بھی نہیں ہے، یہ نوید قمر کے بس کی بات بھی نہیں ہے، بے چارے رضا ربانی کی کیا حیثیت ہے۔ یہاں پر NATO supply کے بارے میں قرارداد joint session میں متفقہ طور پر pass ہوئی، آپ مجھے بتائیں، اس کی میرے پاس کاپی پڑی ہوئی ہے، اس قرارداد میں لکھا ہوا ہے کہ آپ جو بھی پاک، افغان پالیسی بنائیں گے، وہ وزارت خارجہ، وزارت قانون اور پارلیمانی کمیٹی میں جائے گی، اس کے بعد کابینہ میں جائے گی لیکن یہاں پر یہ سب کچھbulldoze کر دیا گیا۔

جناب فرحت اللہ بابر صاحب نے گزشتہ دن عدلیہ کے متعلق تقریر کی کہ عدلیہ پارلیمنٹ کا احترام کرے، بالکل ٹھیک ہے لیکن میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اس قرارداد کا کیا ہوا جو joint session سے منظور ہوئی، آیا وزارت خارجہ اور وزارت قانون میں discuss ہوئی یا پارلیمانی کمیٹی میں لائی گئی اور اس کے بعد Cabinet میں گئی یا آپ نے راتوں رات فیصلہ کر لیا، ہیلری کلنٹن کا telephone آیا، سب لیٹ گئے اور وزارت خارجہ کی بے چاری بی بی پہلے ہی لیٹ چکی تھی، کیا یہ طریقہ ہے؟ آج کس حوالے سے معاہدے پر دستخط ہوئے ہیں، کسی کو پتا نہیں ہے، اس پوری پارلیمنٹ کو پتا نہیں ہے اور کسی کو پتا نہیں ہے کہ معاہدے میں کیا لکھا ہوا ہے، اگر رضا ربانی کی بجائے میں ہوتا تو پارلیمانی کمیٹی سے مستعفی ہو جاتا لیکن وہ بہت شریف انسان ہیں، مجھے لگتا ہے، ان کو پاکستان سے زیادہ محبت ہے اور دیگر قوتوں سے کم محبت ہے، اس لیے مستعفی نہیں ہو رہے، اپنی جدوجہد میں مصروف ہیں اور وہ کوشش کر رہے ہیں، کوئی عمل کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ پارلیمانی کمیٹی کا وزارت خارجہ میں 24 جولائی کو اجلاس ہوا، وزیر خارجہ صاحبہ اتنی کمزور ہیں کہ ان کو پارلیمنٹ کے اراکین نے کہا، آپ ہمیں بتائیں کہ آپ نے NATO supply بحال کی، ایک طرف پارلیمنٹ کی قرارداد ہے، دوسری طرف NATO supply کی بحالی ہے، اس میں تطبیق لائیں کہ آپ نے کس نقطے کے مطابق اس قرارداد کی روشنی میں NATO supply بحال کی۔ انہوں نے یعنی ہیلری نے sorry کہا، انگریز دن میں 50 دفعہ چھینک کر sorry کہتا ہے، ہم اس سے خوش ہو گئے۔ جو 26 جوان شہید ہوئے ہیں، ان کا کیا ہوا؟

اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان میں علما کا قتل عام ہو رہا ہے، عالم نماز پڑھ کر گھر جا رہے ہوتے ہیں، ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے، تین درجن علماء شہید ہو چکے ہیں۔ اسفندر یار ولی پر حملہ

ہوا؟ کیوں ہوا، مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر دو خود کش حملے ہوئے، کیوں ہوئے؟ نواز شریف پر electionsمیں حملہ ہوا، کیوں ہوا؟ آپ کی ان منفی پالیسیوں کی وجہ سے اپنی قیادت شکار ہو گئی تو یہ کیا ہے؟ ہم نے اگر اس ملک کو اس طرح چلانا ہے تو میرے خیال میں خاکم بدہن اس ملک کا بٹوارا ہو جائے گا، اس ملک میں بھی انتشار ہے، بلوچستان میں بھی انتشار ہے، بین الاقوامی قوتوں کے منفی ارادے ہیں، ہمیں توڑنے کے لیے ہیں۔ آپ کو رات کو ایک ارب دس کروڑ dollars دیے گئے، ہم بہت خوش ہیں، ہمیں ایک ارب دس کروڑ dollarsدیے گئے ہیں، یہ کس سال کے ہیں، یہ 2011 کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جتنے لوگوں کو مروایا ہے، اس کی یہ اجرت ہے۔ اب 2012 کی باری ہے، اس میں کتنے لوگوں کو مروانا ہے؟ کتنے bomb blast ہونے ہیں، 40000 لوگ لقمہ اجل بن گئے، یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے، آپ کی سیاست عدم استحکام کا شکار ہے۔ بلوچستان میں یہ ہو رہا ہے کہ ہزاروں لوگوں کو مارا جا رہا ہے، آپ کے بلوچستان سے سینکڑوں professors, doctors and teachers نقل مکانی کر چکے ہیں۔ اب حکومت کے چار مہینے باقی ہیں، اب کمیٹی بن گئی ہے، ہم اب اس کو سنجیدگی سے لے رہے ہیں، جو کام وہ ساڑھے چار سال میں نہیں کر سکے، ہم وہ کام ساڑھے چار مہینوں میں کریں گے، ہم کچھ بھی نہیں کریں گے۔

جناب! میں یہ کہتا ہوں کہ بلوچستان سے آئین کے حوالے سے بھی خیانت کی گئی ہے، آئین کا Articles-158 and 161 آپ پڑھیں، اس میں یہ ہے کہ جو وسائل اور معدنیات ہیں، بالخصوص سوئی گیس ہے، گیس جہاں سے نکلتی ہے سب سے پہلے اس area کو مستفید ہونا چاہیے۔ کیا یہ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ بلوچستان کے کتنے اضلاع میں گیس ہے، بلوچستان کے اضلاع میں کوئی گیس نہیں ہے۔ جب یہ صورت حال ہو تو یہ آئین کے Article-158 کی خلاف ورزی ہے۔ علما کو اغوا کیا جا رہا ہے، ہندوؤں کو اغوا کیا جا رہا ہے اور ڈاکٹروں کو مارا جا رہا ہے۔ ایک ظلم اور ہو رہا ہے---

جناب چیئرمین: حافظ صاحب! آپ 30 minutes لے چکے ہیں، please conclude کر لیں، حافظ صاحب! آپ تشریف رکھیں، آپ آدھے گھنٹے سے زیادہ consume کر چکے ہیں، ,this is not fair یہ مناسب بات نہیں ہے، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، ایسے House نہیں چلا کرتے، آپ تشریف رکھیں۔ جی Leader of the House ایک call attention notice ہے۔ حافظ صاحب! میں نے آپ کو 31minutes دیے ہیں، آپ دیکھیں! آپ کسی ضابطے کے

مطابق اس House کو چلنے دیں، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے، آپ نے جو طریقہ adopt کیا ہوا ہے۔ ہم بڑے patiently آپ کو سن رہے ہیں، آپ کے دو ساتھیوں نے آپ کو اپنا وقت دینے کے لیے کہا، ہم نے وہ وقت آپ کو دیا لیکن آپ conclude نہیں کرنا چاہتے۔ آپ دیکھیں اور business بھی پڑا ہوا ہے۔ شاہ صاحب! ان کو کوئی اور forum بھی دے دیا کریں، اگر آپ نے analysis سننا ہے۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: ہمارے لیے اور forum کونسا ہے، ہمارے لیے یہی forum ہے، ہمارے پاس وزارت نہیں ہے، ہم Cabinet میں نہیں ہیں پھر ہم کس forum پر بولیں، ہمارے لیے یہی forum ہے بس ایک منٹ دے دیں۔

جناب چیئرمین: چلیں، آپ conclude کر لیں۔

سینیٹر حافظ حمد اللہ: اس ساری صورت حال کا نتیجہ کیا ہوا؟ آپ کی معیشت ٹھیک نہیں ہے، آپ کا NAB کا Chairman فصیح بخاری جو اس Government کا لگایا ہوا آدمی ہے، وہ کہتا ہے کہ اس ملک میں ہر روز آٹھ ارب روپے کی corruption ہو رہی ہے، آپ اس کو تیس دنوں سے ضرب دیں تو ایک مہینے میں 240 ارب روپے بنتے ہیں، یہ آپ کی معیشت ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ملک کی معیشت تباہ ہو چکی ہے، مالدیپ کی معیشت ہم سے زیادہ بہتر ہے، سری لنکا کی معیشت بہتر ہے، بنگلہ دیش کی معیشت بہتر ہے، ہاں یہ ہو چکا ہے کہ ہمارے وزراء کی معیشت بہتر ہو چکی ہے، ہمارے وفاقی وزراء کی معیشت بہتر ہو چکی ہے، ان کے خزانے بھر چکے ہیں۔ یہ میں نہیں کہتا، یہ آپ کے فصیح بخاری کہتے ہیں اور وہ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں تحقیق اور تفتیش نہیں کر سکتا کیونکہ elections آرہے ہیں۔

اس کے ساتھ، ساتھ آپ عالمی تنہائی کا شکار ہیں، آپ مجھے بتائیں کہ پوری دنیا میں کوئی ایک ملک آپ کا دوست ہو، میں آپ کو China کے بارے میں challenge کرتا ہوں، آپ کی China کے ساتھ وہ دوستی ہے جو پہلی تھی۔ ایران آپ کا دوست ہے؟ آپ کا کون دوست ہے، مجھے ایک دوست بتاؤ، آپ کی یہ خارجہ پالیسی ہے۔ اس کی وجہ سے بلوچستان کی ساری صورت حال گھمبیر ہو چکی ہے، کیا جمہوری، سیاسی حکومت اور military میں اعتماد ہے، کوئی اعتماد نہیں ہے۔ کہنے کو ایوان کو بااختیار کہا جاتا ہے، ایوان بالا کہا جاتا ہے لیکن فیصلے راولپنڈی میں ہو جاتے ہیں، کون راتوں رات فیصلے کرتے ہیں، یہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے، چار سال سے ہم اس چیز میں پڑے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ حافظ صاحب۔ ظفر علی شاہ صاحب۔

سینیٹر سید ظفر علی شاہ: جناب چیئرمین! میں نے بلوچستان issue پر اگر کوئی comprehensive تقریر سنی ہے تو وہ حافظ صاحب کی ہے۔ میں اپنے دس منٹ بھی حافظ صاحب کو دیتا ہوں، حافظ صاحب کو مزید بلوچستان issue پر بولنے دیا جائے۔

جناب چیئرمین: آپ بڑی generous offer کر رہے ہیں، مجھے ذرا business لے لینے دیں۔ راجہ ظفرالحق صاحب آپ کا calling attention notice ہے۔

Calling Attention Notice Re: Affectees of Mangla Dam Raising Project

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq: Thank you Mr. Chairman. Mangla Dam is contributing remarkably in the economy of the country. This project was conceived and implemented in 60's. The dam is located near Mirpur, Azad Kashmir. Twice local inhabitants have been displaced in the raising of this project firstly in 1964 when dam was developed.

جناب چیئرمین: راجہ صاحب! گزارش یہ ہے کہ you have to read this calling attention notice, اس پر debate تو نہیں ہے اور منسٹر جواب دے گا but then you put up question under the rules. You can put up question for the Minister. Now you have to read out this calling attention notice and then he would respond. After that you can ask him question.

Senator Raja Muhammad Zafar-ul-Haq: Formulation which has been made.

Mr. Chairman: I don't think there is any need of formulation. You can put up question to the Minister. Your concern is that

جو وہاں raising ہو رہی ہے اس کے ان کو پیسے نہیں مل رہے۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: .No, no, it was not there اس میں اس طرح تھا کہ واپڈا کے اپنے estimate کے مطابق ایک لاکھ آدمی displace ہو رہے ہیں، ان ایک لاکھ آدمیوں کے لیے کوئی بندوبست نہیں ہے۔ یہ ایک human tragedy ہو گی کہ اگر پیچھے سے پانی آجاتا ہے، یہ تو ابھی بارشیں کم ہوئی ہیں اور اس وجہ سے لوگ بچے ہوئے ہیں۔ یہ compensation کا معاملہ نہیں ہے، جس نے یہ سمری بنائی ہے وہ غلط بنائی ہے۔ 26 thousand families, they are being displaced, وہ ایک لاکھ سے اوپر لوگ ہیں، ان کے لیے کوئی متبادل بندوبست نہیں ہے، ان کے گھر ہیں، مال مویشی ہیں، سامان ہے، بال بچے ہیں، وہاں ان کی قبریں ہیں۔ یہ second time ہو رہا ہے اور اس مرتبہ raising 1210 feet سے 1250 feet ہو رہی ہے، 40 feet مزید یعنی جتنا یہ ہال ہے اتنی ہی بلندی اور ہو جائے گی۔ آپ اندازہ کریں کہ اگر وہاں سے لوگوں کو بروقت باہر نہ نکالا گیا تو کتنا بڑا disaster ہو گا۔ یہ مسئلہ ہے، کوئی compensation کا معاملہ نہیں ہے۔

Mr. Chairman: Minister of State for Water and Power.

جناب تسنیم احمد قریشی (وزیر مملکت برائے پانی و بجلی): اس حوالے سے first displacement 1964 میں ہوئی، اس میں total number of displaced people was 85000 اور 17000 families کے قریب تھیں اور جن کو accommodate کیا گیا وہ 8000 تھے۔ اسی طرح آج جبکہ 2010 second displacement ہے، اس میں total 26000 کے قریب families ہیں، اس حوالے سے بات کی جا رہی ہے۔ ان معاملات کے بارے میں، میں تھوڑا brief کرنا چاہوں گا کہ اس کے لیے جو متبادل انتظامات کئے گئے ان میں تقریباً 5 new towns develop کئے جا رہے ہیں۔ اس allocation کے حوالے سے 10365 families کے لیے جو amount arrange کی گئی تھی یہ at the rate of 2 lacs per family تھی اور اس کی cost 2701 million تھی۔ آج جبکہ second displacement ہے تو اس پر جو PC–I بنایا گیا ہے وہ تقریباً 62 billion ہے اور اس کی revise cost 97 billion کے قریب ہے۔ اس وقت تک ہم تقریباً 88 billion displacement کے لیے spent کر چکے ہیں اور 90% کام مکمل ہو چکا ہے۔ اب جو باقی procedure ہے اس کے لیے ہم نے آزاد کشمیر حکومت کو 6200 plots حوالے کئے ہیں اور جس کی باقاعدہ allotment ہو گئی ہے جبکہ 9600 plots کی requirement ہے۔ 5 towns

اس ماہ amount کی 53 billion تقریباً spent کرنے کے لیے اور اس پر develop کئے جا رہے ہیں
کے شروع میں آزاد کشمیر حکومت کے حوالے کر دی گئی ہے۔ اب یہ matter totally انہی کا ہے،
انہوں نے adjustment کرنی ہے۔ اس وقت تک گورنمنٹ آف پاکستان اپنی ذمہ داری مکمل کر چکی
ہے۔ اب یہ ان کی planning ہے کہ کیسے ان کو settle کرنا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسا expected تھا کہ مون سون کی بارشیں ہوتی ہیں اور جو
Mangla Dam upraising ہے وہ fill up ہو گا لیکن اس حوالے سے جب پانی آئے گا تو یہ لوگ
affect ہوں گے۔ ہماری منسٹری نے آزاد کشمیر گورنمنٹ کو بارہا گزارش کی ہے کہ اس matter کو
جلد از جلد نمٹایا جائے، ہماری جو ذمہ داری تھی وہ ہم نے پوری کر دی ہے۔ Ministry of Water
and Power کو اس حوالے سے تقریباً 6 billion کا کہا جا رہا ہے کہ وہ develop کر کے دیا جائے،
اس پر بھی ہم agree ہو گئے ہیں اور اس کا PC-I ہم نے بنا دیا ہے۔ اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم
ان لوگوں کو اچھے طریقے سے shift کریں، اس میں رکاوٹیں نہ آئیں۔ Mangla Dam up
raising سے لوگوں کو facilitate ہونا ہے، جس سے آپ کی بجلی کی production بڑھنی ہے۔ یہ میں
نے تھوڑا سا brief کیا ہے، اس پر کوئی اور question ہو تو میں حاضر ہوں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ راجہ صاحب! any question?

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: شکریہ۔ جناب چیئرمین! یہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ 26000
families کے لیے انہوں نے انتظام کرنا تھا لیکن انہوں نے صرف دس ہزار کا انتظام کیا ہے۔ اس کا
مطلب یہ ہے کہ 16 ہزار آدمیوں کے بارے میں تو planning ہی کوئی نہیں ہے۔ اب باقیوں کے لیے
PC-I بنے گا اور ادھر پانی چھوڑا جا رہا ہے اور اس کا catchment area بہت بڑا ہے۔ اسی لیے میں
نے یہ کہا تھا کہ یہ ایک human disaster ہو گا، اگر وہاں سارے لوگ ڈوب جاتے ہیں اور ان کی کوئی
پرواہ نہیں کرتا، .it is a sensitive area, it can be exploited اگر اس معاملے پر واپڈا
کوتاہی نہ کرتا، یہ مجرمانہ غفلت نہ کرتا تو یہ اس بارے میں تیار ہوتے کہ لوگوں کو وہاں سے اٹھا کر متبادل
جگہوں پر پہنچا دیتے۔ ابھی تو یہ planning stage پر ہے، physically کچھ بھی نہیں ہے۔ وہاں پر
آزاد کشمیر گورنمنٹ کی بالکل ذمہ داری نہیں ہے، یہ واپڈا کی ذمہ داری ہے، بجلی واپڈا لے رہا ہے، پانی

پاکستان لے رہا ہے۔ وہ بار بار کہتے ہیں کہ ہمیں سزا دی جارہی ہے، ہمارے لیے کوئی بندوبست نہیں کیا جارہا، ہم کس گناہ کی پاداش میں یہ سب کچھ بھگت رہے ہیں۔ میرا یہی سوال تھا۔

جناب تسنیم احمد قریشی: میرے خیال میں اس میں تھوڑی سے غلط فہمی محسوس کی جارہی ہے۔1964میں first phase 10365 families کو میں یہ چیزیں دے دی گئی تھیں۔ اب جو familiesہیں اور جن کا ہم نے ٹارگٹ بنایا ہے کہ چھ ہزار ہیں، آٹھ ہزار ہیں اور اب وہ claim کررہے ہیں کہ جو ہماری next generation ہے، جن کے بچے ہو چکے ہیں، جن کی شادیاں ہو چکی ہیں ان کو بھی family count کیا جائے اور ان کو بھی پلاٹ دیا جائے۔ اصل dispute اب یہ ہے۔ پہلے وہ families جن کو ہم پلاٹ دے چکے ہیں، سیکنڈ فیز میں دیے اور اب تیسرا فیز آگیا ہے اس پر ہماری یہ debate چل رہی ہے جس کو ہم نے کچھ نہ کچھ کسی حد تک adjust کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم نے ان سے جو demands ہیں وہ بھی مانگی ہیں اور PC-I بھی بن گیا ہے جس کے اوپر ابھی تک 9600 پلاٹ کی ڈیمانڈ ہے اور 6200 پلاٹ الاٹ بھی کردیے گئے ہیں اور یہ پلاٹ حکومت آزاد کشمیر نے ہی الاٹ کیے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں تو ان کی next 6 billion کی ڈیمانڈ آئی کہ جی ہم develop نہیں کرسکتے، ہم نے وہ PC-I بھی منظور کیا اور ہم نے ان کو پیسے بھی دے دیے ہیں ۔ اصل میں بات یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس معاملے کو ہم بیٹھ کر، کسی کمیٹی کی صورت میںresolve کریں اگر ان کی کوئی اور ڈیمانڈ بھی ہے تو ہم حاضر ہیں۔ واپڈا ہر طرح سے ان کے ساتھ تعاون کرے گا یہ اتنا بڑا پراجیکٹ ہے اس پر کسی قسم کا کوئی compromise نہیں ہے لیکن وہاں جانیں بھی قیمتی ہیں ۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس dispute کو ہوا نہ دی جائے یا اس کو dispute بنایا نہ جائے۔ حالانکہ یہ dispute نہیں ہے۔ حکومت آزاد کشمیر نے جس وقت، جو کچھ بھی کہا ہے، ہم اس کی تعمیل کرتے ہوئے، اس کے ساتھ متفق ہوگئے ہیں۔ اس حوالے سے کہ اس ملک کے اندر جو energy crisis ہے اس میں ہمیں جو extra 2000MW ملنی ہے upraising سے ہم اس کا فائدہ اٹھاسکیں۔ اور یہ جو رکاوٹیں آرہی ہیں ان کو ہم بہت جلد بڑے short time میں settle کرنے جارہے ہیں تو میں گزارش یہی کروں گا کہ ہمیں ان لوگوں کو جو وہاں پر ہیں accommodate کرنے کے حوالے سے حکومت آزاد کشمیر جو بھی کہے گی، وہ خود بھی ذاتی دلچسپی لے رہی ہے اور کچھ ذاتی interest بھی وہاں پر involve ہو چکے ہیں جیسا میں نے آپ کو کہا ہے کہ اگر نو ہزار خاندان بقایا ہیں تو وہ کہتے ہیں

کہ ہمارے بچوں کو بھی پلاٹ دیے جائیں تو ایسا possible نہیں ہے اس میں مسئلہ صرف یہی ہے۔ جو genuine families ہیں ان کو ہم ہر چیز دے چکے ہیں۔

Mr. Chairman: Thank you. The House stands adjourned to meet again on Thursday, the 2nd August, 2012 at 10.30.a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Thursday, the 2nd August, 2012 at 10.30 a.m.]